اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ
نفیسؔ

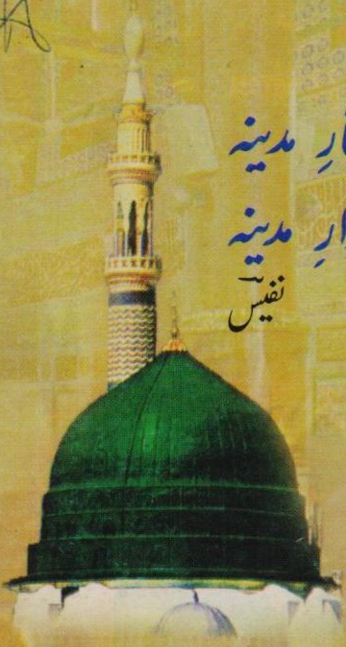

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں صاحبؒ
بانی جامعہ مدنیہ جدید

جلد نمبر ۱۱
2003ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد : ١١ رمضان المبارک ١٤٢٤ھ ۔ نومبر ٢٠٠٣ء شمارہ : ١١

مدیر اعلیٰ

سیّد محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ
لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ١٣ روپے	سالانہ ١٥٠ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی	؍ ٥٠ ریال
بھارت، بنگلہ دیش	؍ ٦ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ	؍ ١٦ ڈالر
برطانیہ	؍ ٢٠ ڈالر

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ـــــ سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ـــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوار مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
پوسٹ کوڈ : 54000 موبائل : 0333.4249301
فون : 7724581 فون/فیکس : 92-42-7726702
E-mail : jmj786_56@hotmail.com

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوار مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرف آغاز		۳
درس حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
چہل احادیث متعلقہ رمضان وصیام	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ	۸
زکوٰۃ، احکام اور مسائل	حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ	۱۶
حضرت حاجی سید محمد عابد صاحبؒ	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۲۶
تقریب سنگِ بنیاد		۲۸
تمنا	جناب سید سلمان صاحب گیلانی	۳۶
فہم حدیث	حضرت مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب	۳۷
بیس رکعات تراویح	حضرت مولانا منیر احمد صاحب	۴۴
دینی مسائل		۴۹
ایک اہم اعلان		۵۶
وفیات		۵۸
حاصل مطالعہ	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۶۰

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

jmj786_56@hotmail.com

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد!

گزشتہ ماہ کی ۱۶؍اکتوبر کو ملائشیا کے نئے دارالحکومت ''پتراجایا'' میں مسلم ممالک کی تنظیم او، آئی، سی کا دسواں سربراہی اجلاس شروع ہوا۔ یہ تنظیم ۵۷ مسلم ممالک پر مشتمل ہے اس کانفرنس کی خاص بات یہ ہے کہ یہ ملائشیا کے حال ہی میں ریٹائر ہونے والے وزیر اعظم ''مہاتر محمد'' کی زیرِ صدارت منعقد ہو رہی ہے۔ ملائشیا اس وقت جنوبی ایشیا کی پانچویں اقتصادی قوت ہے فی الوقت مہاتر محمد مسلم اُمہ کے اتحاد اور سربلندی کے زبردست داعی ہیں۔ وہ صیہونیت پر جو عالمی امن کے ازلی دشمن اور فتنہ وفساد کی جڑ ہے صحیح معنی میں نظر رکھتے ہیں ان کی کوشش ہے کہ مسلم حکومتیں کفر کے خلاف کم از کم اُمور پر تو ضرور متفق ہو جائیں۔ او، آئی، سی کے افتتاحی اجلاس سے ان کے خطاب کو عالمی طور پر امن کے خواہاں ہر شخص نے پسند کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ''مسلمان عقل استعمال کر کے مغرور یہودیوں کو شکست دیں'' یہودیوں کی جانب سے ان کے بیان پر پہلی بار شدید ردِ عمل سامنے آیا ہے جس کا مطلب ہے کہ ان کا پاؤں کفر کی دُکھتی رگ پر پڑا ہے جس سے وہ بل بلا اُٹھا ہے اسی طرح رأس الکفر امریکہ کے رسوائے زمانہ صدر بش نے بھی ان کے بیان پر اپنا متعصبانہ صلیبی ردِ عمل ظاہر کرتے ہوئے براہ راست مہاتر محمد سے کہا کہ ''یہودیوں پر آپ کے ریمارکس میرے عقیدے کے بالکل خلاف ہیں آپ کا بیان غلط اور انتشار پیدا کرنے والا تھا۔'' اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ بش کے عقیدے میں یہ بات داخل ہے کہ وہ ذلت کے مارے یہودیوں کی ہر حال میں پشت پناہی کرے۔ مسلم حکمرانوں کے لیے مہاتر محمد کا بیان دعوتِ عمل ہے اس دعوت پر لبیک کہنا محض اخلاقی ہی نہیں بلکہ شرعی اور قومی فریضہ بھی ہے۔

مہاتر محمد کے جرأتمندانہ بیان سے مسلم اُمہ کے حکمرانوں پر طویل عرصہ سے طاری جمود کو اب ٹوٹ جانا چاہیے ان کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ اپنے ذاتی اور خاندانی مفادات پر اُمت کے مفادات کو ترجیح دیں اور اُمت کی عزتِ رفتہ کو بحال کرنے کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہو جائیں اسی میں اُن کی خیر ہے بصورتِ دیگر قوی اندیشہ ہے کہ مسلم دنیا کے مظلوموں کا پیمانہ صبر لبریز ہو جائے اور اُٹھنے والا سیلاب اِن حکمرانوں کو بہا لے جائے اور ان کے لیے کچھ بھی باقی نہ رہے۔

ہماری اور اُمت کے ہر دُکھی کی دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مہاتر محمد کی حفاظت و دستگیری فرماتے ہوئے اُن کو ثابت قدم رکھے تاکہ وہ کامیابی کی منزل کی طرف تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے صلیبی اور صیہونی عزائم کے آگے بند باندھنے میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں۔

اکتوبر میں جامعہ مدنیہ جدید کی جس عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا گیا تھا

اُس کا مجوزہ نقشہ آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں (ادارہ)

☆☆☆

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درسِ حدیث

حضرت اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

سب سے اعلیٰ قلبی اور ایمانی حالت یہ ہونی چاہیے کہ اللہ سے ڈرتے ہی رہنا چاہیے
اپنی خوبیوں پر نظر نہیں ہونی چاہیے بلکہ اپنی خامیاں سامنے رہنی چاہئیں

تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۴۱ سائیڈ بی/ ۸۴-۱۲-۱۴

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

عن خباب بن الارت قال ھاجرنا مع رسول اللّٰہ ﷺ نبتغی وجہ اللّٰہ تعالٰی فوقع اجرنا علی اللّٰہ فمنا من مضٰی لم یا کل من اجرہ شیئاً منھم مُصعب بن عمیر قتل یوم احد فلم یوجد لہ مایکفن فیہ الانمرۃً فکنا اذا غطینا راسہ خرجت رجلاہ واذا غطینا رجلیہ خرج راسہ فقال النبی ﷺ غطوابھا راسہ واجعلوا علی رجلیہ من الاذخر ومنا من اینعت لہ ثمرتہ فھو یھدبھا۔ (مشکوۃ شریف ج ۲ ص ۵۷۵)

ایک صحابی حضرت خباب رضی اللہ عنہ جن کا ذکر مبارک پہلے ہوا تھا میں نے ذکر کیا تھا کہ اُن کو یہ کفارِ مکہ اتنی تکلیف دیتے تھے کہ اُن کو ایک دفعہ انگاروں پر لٹا دیا جس سے اُن کا بدن جل گیا کھال جل گئی چربی نکل آئی وہ اس زمانے میں جب فتوحات ہو گئیں بہت بعد تک حیات رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اُن کی وفات ہوئی، کوفہ میں رہنے لگے تھے۔

اللہ کی خوشنودی کے لیے ہجرت :

وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی، مکہ مکرمہ چھوڑا مدینہ منورہ رہنے لگے رسول اللہ ﷺ کے قرب کے لیے دین کے لیے **نبتغی وجہ اللّٰہ تعالٰی** اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہم چاہتے تھے اس لیے ہم وہاں رہنے لگے اور اس لیے ہم نے گھر بار چھوڑ دیا۔ **فوقع اجرنا علی اللّٰہ** تو ہمارا اجر خدا کے نزدیک ثابت ہوا ہے یہ رسول اللہ ﷺ نے

بتلایا اور قرآنِ پاک میں بھی آیا ہے اب جب یہ بات ہوئی کہ اللہ نے فرمادیا کہ اُن کا اجر اُن کا بدلہ میرے ذمے ہے تو فرماتے ہیں فمنا من مضی لم یاکل من اجرہ شیئاً یعنی بعض حضرات تو ہم میں سے ایسے تھے کہ جن کی وفات ہوگئی انہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ بھی نہیں پایا، دنیا میں اُس کو کچھ نہیں ملا منھم مصعب بن عمیرؓ فرماتے ہیں ان میں حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی ہیں، حضرت مصعب بن عمیرؓ اور کچھ صحابہ کرامؓ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے اور یہاں تبلیغ کرتے رہے اور لوگ مسلمان ہوتے رہے حتی کہ یہاں جناب رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا ماحول بن گیا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی حالت اور نبی علیہ السلام کے آنسو :

انہوں نے کام کیا بہت، قربانی دی بڑی زبردست، اتنی کہ پہلے اُن کا لباس جو تھا وہ بھی ریشم کا تھا اوڑھنا بچھونا سب ریشم کا تھا ایسی حیثیت اُن کی تھی جب اسلام قبول کر لیا تو پھر اُن کے پاس کچھ نہ رہا۔ اور جب ہجرت کر لی تو پھر ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو اُن کی حالت دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اِنہوں نے دریافت کیا، کیا بات ہے؟ تو بات یہ تھی کہ ان کے کپڑے میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا، اب کپڑے میں کپڑے کا پیوند لگایا جاتا ہے لیکن یا تو یہ کہ کپڑا بھی میسر نہیں تھا جس سے پیوند لیا جائے چمڑا ایسی چیز ہے جو ہر جگہ مل جاتا ہے پڑا ہوا بھی مل جاتا ہے تو انہوں نے اُس کا پیوند لگا رکھا تھا۔ اِنھوں نے دریافت کیا، کیا وجہ ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری پہلی حالت اور یہ حالت یاد آئی اس پر گویا آنسو آئے ہیں۔ انھوں نے بہت ہی اچھا جواب دیا۔ اِنہوں نے کہا کہ میں اُس حالت کی بہ نسبت اِس حالت پر خوش اور مطمئن ہوں۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت :

اب ہوتا ایسے ہے کہ اُحد کی لڑائی ہوئی، جب اُحد کی لڑائی ہوئی تو پھر اس میں اُن کا ذکر آتا ہے کہ **منھم مصعب بن عمیرؓ قتل یوم اُحد** اُحد کے دن اُن کی شہادت ہوگئی **لم یوجد لہ مایکفن فیہ** اُن کے لیے کفن کے واسطے کوئی چیز نہیں مل رہی تھی **الا نمرۃ** سوائے ایک چادر کے **فکنا اذا غطینا راسہ خرجت رجلاہ** جب ہم اُن کا سر ڈھانپتے تھے تو پاؤں نکل جاتے تھے اور پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر نکل جاتا تھا وہ چادر بھی پوری نہیں تھی۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس چادر سے اِن کا سر ڈھانپ دو اور ان کے پاؤں پر "اِذخر" ایک گھاس ہوتی ہے وہ ڈال دو اس سے ڈھانپ دو۔ تو یہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تو ایسے تھے کہ جنہوں نے ہجرت کی اور خداوندِ کریم کے ہاں اُن کا اجر واجب ہوا اور انھوں نے دُنیا میں اس کا کچھ بھی صِلہ نہیں دیکھا بلکہ اسی طرح دُنیا سے رخصت ہوگئے اور جب وفات ہوئی ہے تو اتنا بھی اُنھیں میسر نہیں تھا دنیا میں سے کہ کفن ہی ہو سکے پورا۔

زندہ رہنے والوں کی قابلِ تقلید حالت :

اور اپنے بارے میں فرماتے ہیں اشارہ کرتے ہیں کہ بہت سے ایسے ہیں کہ اُن کا پھل پک گیا اور وہ پھل توڑ رہے ہیں یعنی ہمیں فتوحات ہوئیں مال ملے وظائف جاری ہوئے سہولتیں میسر آئیں بہت کچھ ہوا ہے۔اب ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں ہم کو دنیا ہی میں تو اس کا سارا پھل نہیں مل گیا۔اور جو اللہ نے فرمایا تھا کہ جس نے ہجرت کی ہے اس کا اجر اللہ کے ہاں ثابت ہو گیا اس سے کہیں ہم محروم تو نہیں ہو جائیں گے **من یخرج من بیته مهاجرا الی اللّٰه ورسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی اللّٰه** اور یہ بھی آیا ہے کہ جو خدا کی راہ میں ہجرت کرے گا بہت کچھ گنجائش وہ دنیا میں دیکھ لے گا **یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعة**۔

صحابہ کرامؓ اور اللہ والوں کا حال :

تو یہ حضرات جو بہت بڑے بڑے صحابہ کرامؓ تھے تو اُن سب کا حال ایسے ہی تھا کہ وہ خدا سے ڈرتے ہی رہتے تھے اور اتنا ڈرتے تھے کہ گویا وہ کہتے ہیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمیں دُنیا ہی میں بدلہ مل گیا ہو اور ہمارے آخرت کے اجر میں کمی آگئی ہو حالانکہ انھوں نے جو قربانیاں دی ہیں وہ بہت زیادہ دی ہیں، شروع میں بھی دی ہیں اور بعد میں بھی دی ہیں۔ آخر تک اسلام پر قائم رہے ہیں تو معلوم ہوا صحیح طریقہ یہی ہے اور جو بندے اللہ کے مقبول ہوتے ہیں اُن کا طریقہ بھی یہی ہے کہ وہ اپنی نیکیوں پر نظر نہیں رکھتے اپنی برائیوں پر کوتاہیوں پر کمی پر نظر رکھتے ہیں جو ایسا کرتے ہیں صحیح طریقے پر وہی قائم ہیں اور جو اپنی نیکیوں کا دعویدار ہو اُسے خیال ہو کہ میں بڑا کام کر رہا ہوں یا میں بڑا نیک ہوں یا میں نے بہت کام کیے ہیں تو یہ علامت اس بات کی ہے کہ کم از کم وہ اس درجہ کا نہیں ہے، ابھی اس درجہ پر نہیں پہنچا۔ حضرت عمرؓ جیسے آدمی کی یہی حالت تھی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بھی یہی ہے ایک دن ایسے ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ روزہ سے تھے شام کے وقت کھانا آیا، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ یاد آگئے بس نہیں کھا سکے اور کھانا اُٹھوا دیا۔ وہ فرماتے ہیں **عجلت لنا طیباتنا فی حیاتنا الدنیا** یا **فی الحیاة الدنیا** کہ ہمیں یہ ڈر ہے کہ جلدی ہی دنیا میں مل گئی ہوں ہم کو نعمتیں اور پھر روتے رہے، کھانا اُٹھوا دیا نہیں کھا سکے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اُن کا یہ حال ہے تو جس کو خداوندِ کریم کی معرفت حاصل ہو وہ اسی طرح سے ہوتا ہے صحیح کیفیت جو ہے قلبی ایمانی جو سب سے اعلیٰ ہے وہ ہے ہی یہ کہ اپنی نیکیوں پر خوش گمان نہ ہو اور برائیاں سامنے رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں ان کا ساتھ نصیب فرمائے۔آمین۔اختتامی دُعاء.....................

☆☆☆

چہل احادیث متعلقہ رمضان و صیام

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ ﴾

(۱) فرمایا نبی الرحمت ﷺ نے کہ انسان کے ہر عمل کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش اور اپنے کھانے کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ پھر فرمایا کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری اس وقت ہوگی جب خدا سے ملاقات کرے گا اور روزہ دار کے منہ کی بُو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے عمدہ ہے اور روزے ڈھال ہیں (جو گناہوں سے اور دوزخ سے بچاتے ہیں) جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو گندی باتیں نہ کرے اور شور نہ مچائے، پس اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرنے لگے یا لڑنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں (لڑنا جھگڑنا گالی کا جواب دینا میرا کام نہیں)۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)

(۲) فرمایا رحمۃ للعالمین ﷺ نے کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی دروازہ رمضان ختم ہونے تک نہیں کھولا جاتا ہے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جن میں سے کوئی دروازہ (ختم رمضان تک) بند نہیں کیا جاتا ہے اور خدا کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے خیر کے طلب کرنے والے آگے بڑھ اور اے شر کے تلاش کرنے والے رُک جا اور بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے آزاد کرتے ہیں اور ہر رات ایسا ہی ہوتا ہے۔ (ترمذی عن ابی ہریرہؓ) اور ایک روایت میں ہے کہ جب رمضان داخل ہوتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(۳) فرمایا رحمۃ للعالمین ﷺ نے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، جن میں سے ایک کا نام ریّان ہے۔ اس سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ (بخاری، مسلم عن سہلؓ) ریّان بمعنی سیرابی والا۔

(۴) فرمایا رسول مقبول ﷺ نے کہ جس نے ایک دن خدا کی راہ میں روزہ رکھ لیا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے اس قدر دور کر دیں گے کہ ستر سال میں جتنی دور پہنچا جائے۔ (بخاری عن ابی سعیدؓ)

(۵) فرمایا سرکارِ دو عالم ﷺ نے کہ جس نے بلا کسی شرعی رخصت اور بلا کسی مرض کے (جس میں روزہ چھوڑنا جائز ہو) رمضان کا روزہ چھوڑ دیا تو اگرچہ (بعد میں) اس کو رکھ لے تب بھی ساری عمر کے روزوں سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ (احمد عن ابی ہریرہؓ)

ف : مطلب یہ ہے کہ رمضان کے روزوں کی فضیلت اور برتری اس قدر ہے کہ اگر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا تو عمر بھر

روزے رکھنے سے بھی وہ فضیلت اور اجر اور ثواب نہ پائے گا جو رمضان میں روزے رکھنے سے ملتا ہے گو قضا کا ایک روزہ رکھنے سے حکم کی تعمیل ہو جائیگی۔

روزہ کی حفاظت :

(۶) فرمایا فخر بنی آدم ﷺ نے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کے لیے (حرام کھانے یا حرام کام کرنے یا غیبت وغیرہ کرنے کی وجہ سے) پیاس کے علاوہ کچھ بھی نہیں اور بہت سے تہجد گزار ایسے ہیں جن کے لیے (ریا کاری کی وجہ سے) جاگنے کے سوا کچھ نہیں۔ (دارمی عن ابی ہریرہؓ)

(۷) فرمایا سرکارِ دو عالم ﷺ نے کہ روزہ (شیطان کی شرارت سے بچنے کے لیے) ڈھال ہے جب تک کہ روزہ دار (جھوٹ بول کر یا غیبت وغیرہ کر کے) اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ (نسائی عن ابی عبیدہؓ)

(۸) فرمایا سرورِ کونین ﷺ نے کہ جس نے روزہ رکھ کر بُری بات اور بُرے عمل کو نہ چھوڑا تو خدا کو اس کی کچھ حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (بخاری عن ابی ہریرہؓ)

قیام رمضان :

(۹) فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ جس نے ایمان کے ساتھ (اور) ثواب سمجھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے ایمان کے ساتھ (اور) ثواب سمجھتے ہوئے رمضان میں قیام کیا (تراویح وغیرہ پڑھی) تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے شب قدر میں قیام کیا ایمان کے ساتھ اور ثواب سمجھ کر اس کے اب تک کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)

(۱۰) فرمایا فخر دو عالم ﷺ نے کہ روزے اور قرآن بندہ کے لیے سفارش کریں گے۔ روزے کہیں گے اے رب ہم نے اس کو دن میں کھانے سے اور دیگر خواہشات سے روک دیا لہٰذا اس کے حق میں ہماری سفارش قبول فرمالیجیے۔ قرآن عرض کرے گا کہ میں نے رات کو اسے سونے نہ دیا لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالیجیے چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔ (بیہقی فی شعب عن عبداللہ بن عمرؓ)

رمضان اور قرآن :

(۱۱) فرمایا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسولِ خدا ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے رمضان میں آپ کی سخاوت بہت ہی زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ رمضان کی ہر رات میں جبریل (علیہ السلام) آپ سے ملاقات کرتے تھے اور آپ اُن کو قرآن مجید سُناتے تھے۔ جب جبریل (علیہ السلام) آپ سے ملاقات کرتے تھے تو آپ اُس ہوا سے بھی

زیادہ سخی ہو جاتے تھے جو بارش لے کر بھیجی جاتی ہے۔(بخاری و مسلم)

رمضان میں سخاوت :

(۱۲) فرمایا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ جب رمضان داخل ہوتا تھا تو حضورِ اقدس ﷺ ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر سائل کو عطا فرماتے تھے(بیہقی فی شعب) مطلب یہ ہے کہ آپ یوں ہی کسی سائل کو محروم نہ فرماتے تھے مگر رمضان میں اس کا اہتمام مزید ہو جاتا تھا۔

روزہ افطار کرانا :

(۱۳) فرمایا خاتم الانبیاء ﷺ نے کہ جس نے روزہ دار کا روزہ کُھلوایا یا مجاہد کو سامان دیدیا تو اس کو روزہ دار جیسا اجر ملے گا۔(بیہقی فی شعب عن زید بن خالدؓ) اور غازی اور روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔

روزہ میں بُھول کر کھا پی لینا :

(۱۴) فرمایا رحمۃ للعالمین ﷺ نے کہ جو شخص روزہ میں بُھول کر کھا پی لے تو روزہ پورا کرلے کیونکہ(اس کا کچھ قصور نہیں) اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا۔(بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)

سحری کھانا :

(۱۵) فرمایا نبی مکرم ﷺ نے کہ سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔(بخاری و مسلم عن انسؓ)

(۱۶) فرمایا نبی مکرم ﷺ نے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے(مسلم عن عمرو بن العاصؓ)

(۱۷) فرمایا نبی اکرم ﷺ نے کہ سحری کھانے والوں پر خدا اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔(طبرانی عن ابن عمرؓ)

افطار کرنا :

(۱۸) فرمایا نبی الرحمت ﷺ نے کہ لوگ ہمیشہ خیر پر رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے یعنی غروبِ آفتاب ہوتے ہی فوراً روزہ کھول لیا کریں گے۔(بخاری و مسلم عن سہلؓ)

(۱۹) فرمایا رحمتِ کائنات ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندوں میں مجھے سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو افطار میں سب سے زیادہ جلدی کرنے والا ہے یعنی غروب ہوتے ہی فوراً افطار کرتا ہے اور اسے اس میں جلدی کا خوب

اہتمام رہتا ہے۔(ترمذی عن ابی ہریرہؓ)

(۲۰) فرمایا سید الکونین ﷺ نے کہ جب اِدھر سے (یعنی مشرق سے) رات آگئی اور اُدھر سے (یعنی مغرب سے) دن چلا گیا تو روزہ افطار کرنے کا وقت ہوگیا (آگے انتظار کرنا فضول ہے بلکہ مکروہ ہے)۔(مسلم عن عمرو بن العاصؓ)

(۲۱) فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ جب تم روزہ کھولنے لگو تو کھجوروں سے افطار کرو، کیونکہ کھجور سراپا برکت ہے۔اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے روزہ کھول لے کیونکہ وہ (ظاہر و باطن) کو پاک کرنے والا ہے۔(ترمذی عن سلمان بن عامرؓ)

روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے :

(۲۲) فرمایا خاتم الانبیاء ﷺ نے کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔(ابن ماجہ عن ابی ہریرہؓ)

سردی میں روزہ :

(۲۳) فرمایا سرورِ عالم ﷺ نے کہ موسم سرما میں روزہ رکھنا مفت کا ثواب ہے۔(ترمذی عن عامرؓ) مفت کا ثواب اس لیے فرمایا کہ اس میں پیاس نہیں لگتی اور دن جلدی سے گزر جاتا ہے۔افسوس ہے کہ بہت سے لوگ اس پر بھی روزہ سے گریز کرتے ہیں۔

جنابت روزہ کے منافی نہیں :

(۲۴) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ رمضان المبارک میں حضورِ اقدس ﷺ کو بحالتِ جنابت صبح ہو جاتی تھی اور یہ جنابت احتلام کی نہیں (بلکہ بیویوں کے ساتھ مباشرت کرنے کی وجہ سے ہوتی تھی) پھر غسل فرما کر روزہ رکھ لیتے تھے۔(بخاری و مسلم) مطلب یہ ہے کہ صبح صادق سے قبل غسل نہیں فرمایا اور روزہ کی نیت فرمالی، پھر طلوعِ آفتاب سے قبل غسل فرما کر نماز پڑھ لی۔اس طرح سے روزہ کا کچھ حصہ حالتِ جنابت میں گزرا اس لیے کہ روزہ بالکل ابتدائے صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے۔اسی طرح اگر روزہ میں احتلام ہو جائے تو بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ جنابت روزہ کے منافی نہیں ہے۔ہاں اگر عورت کے ماہواری کے دن ہوں تو روزہ نہ ہوگا۔ان دنوں کی قضا بعد میں فرض ہے، یہی مسئلہ نفاس کے ایام کا ہے۔نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے۔

روزہ میں مسواک :

(۲۵) فرمایا حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ رسولِ خدا ﷺ کو بحالتِ روزہ اتنی بار مسواک

کرتے ہوئے دیکھا کہ جس کا میں شمار نہیں کرسکتا۔(ترمذی)

مسواک تر ہو یا خشک روزہ میں ہر وقت کرسکتے ہیں۔البتہ منجن ،ٹوتھ پاؤڈر،ٹوتھ پیسٹ ،یا کوئلہ وغیرہ سے روزہ میں دانت صاف کرنا مکروہ ہے۔

روزہ میں سُرمہ :

(۲۶) فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میری آنکھ میں تکلیف ہے کیا میں روزہ میں سُرمہ لگالوں؟ فرمایا لگالو۔(ترمذی)

اگر روزہ دار کے پاس کھایا جائے :

(۲۷) فرمایا فخرِ بنی آدم ﷺ نے کہ جب تک روزہ دار کے پاس کھایا جاتا رہے اس کی ہڈیاں تسبیح پڑھتی ہیں اور اس کے لیے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔(بیہقی فی الشعب عن ابی ہریرہؓ)

آخر عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام :

(۲۸) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ نبی ٔاکرم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں جس قدر عبادت میں محنت فرماتے تھے دوسرے ایام میں اس قدر محنت نہیں فرماتے تھے۔(مسلم)

(۲۹) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ جب آخری عشرہ آتا تھا تو سرورِ عالم ﷺ تہبند کس لیتے تھے (تاکہ خوب عبادت کریں) اور پوری رات عبادت کرتے تھے اور گھر والوں کو عبادت کے لیے جگاتے تھے۔(بخاری و مسلم)

شبِ قدر :

(۳۰) فرمایا رحمۃ للعالمین ﷺ نے کہ بلاشبہ یہ مہینہ آچکا ہے اس میں ایک رات ہے (شبِ قدر جو عبادت کی قدر و قیمت کے اعتبار سے) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔جو اس رات سے محروم ہوگیا کُل خیر سے محروم ہو گیا۔اور اس شب کی خیر سے وہی محروم ہوگا جو پورا پورا محروم ہو (جسے ذوقِ عبادت بالکل نہیں اور جو فکرِ سعادت سے خالی ہے)۔(ابن ماجہ عن انسؓ)

(۳۱) فرمایا سرورِ کونین ﷺ نے کہ شبِ قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔(بخاری عن عائشہؓ)

(۳۲) فرمایا محبوبِ رب العالمین ﷺ نے (اعتکاف کرنے والے کے متعلق) کہ وہ گناہوں سے بچا رہتا

ہے اور اُسے وہ ثواب بھی ملتا ہے جو (اعتکاف سے باہر) تمام نیکیاں کرنے والے کو ملتا ہے۔ (ابن ماجہ عن ابن عباسؓ) یعنی اعتکاف میں بیٹھ کر اعتکاف والا خارجِ مسجد جو نیکیاں کرنے سے عاجز ہے تو وہ ثواب کے اعتبار سے محروم نہیں ہے۔ اگر اعتکاف نہ کرتا تو مسجد سے باہر جو نیکیاں کرتا اُن کا ثواب بھی پاتا ہے۔

آخری رات میں بخششیں :

(۳۳) فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ رمضان کی آخری رات میں اُمتِ محمدیہ کی مغفرت کردی جاتی ہے عرض کیا گیا یارسول اللہ! کیا اس سے شب قدر مراد ہے؟ فرمایا نہیں! (یہ فضیلت آخری رات کی ہے شب قدر کی فضیلتیں اس کے علاوہ ہیں)۔ بات یہ ہے کہ عمل کرنے والے کا اَجر اُس وقت پورا دے دیا جاتا ہے جب کام پورا کر دیتا ہے اور آخری شب میں عمل پورا ہو جاتا ہے لہٰذا بخشش ہو جاتی ہے۔ (احمد عن ابی ہریرہؓ)

عید کا دن :

(۳۴) فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں جو ہر اس بندۂ خدا کے لیے دُعا کرتے ہیں جو اللہ عزّ وجل کا ذکر کر رہا ہو۔ پھر جب عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں کہ دیکھو ان لوگوں نے ایک ماہ کے روزے رکھے اور حکم مانا۔ اور فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! بتاؤ اس مزدوری کی کیا جزاء ہے جس نے عمل پورا کر دیا ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے رب! اس کی جزاء یہ ہے کہ اس کا بدلہ پورا دے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور بندیوں نے میرا فریضہ پورا کر دیا جو ان پر لازم تھا اور اب دعا میں گڑگڑانے کے لیے نکلے ہیں۔ قسم ہے میرے عزت وجلال اور کرم کی اور میرے علو وارتفاع کی میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر (بندوں کو) اشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا لہٰذا اس کے بعد (عید گاہ سے) بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب)

رمضان کے بعد دو اہم کام :

صدقہ فطر :

(۳۵) فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ مقرر فرمایا رسولِ اکرم ﷺ نے صدقۂ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کی روزی کے لیے۔ (ابوداؤد شریف)

شش عید کے روزے :

(۳۶) فرمایا فخر کونین ﷺ نے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ (نفل روزے) یعنی عید کے مہینہ میں رکھے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا۔ اگر ہمیشہ ایسا ہی کیا کرے تو) گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے۔ (مسلم عن ابی ایوبؓ)

چند مسنون دُعائیں :

(۳۷) فرمایا معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ افطار کے وقت یہ دُعا پڑھتے تھے :

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (ابوداؤد)

ترجمہ : اے اللہ میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیئے ہوئے رزق پر کھولا۔

(۳۸) فرمایا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ افطار کے وقت (یعنی بعد افطار) رسول کریم ﷺ یہ دعا پڑھتے :

ذَھَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ. (ابوداؤد عن ابن عمرؓ)

ترجمہ : پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہوگئیں اور ان شاء اللہ اجر ثابت ہوگیا

افطار کی ایک اور دُعاء :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ.

ترجمہ : اے اللہ! میں آپ کی اس رحمت کے ذریعہ سوال کرتا ہوں جو ہر چیز کو سمائے ہوئے ہے کہ آپ میرے گناہ معاف فرمادیں۔

یہ دُعا حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے۔ (ابنِ ماجہ)

(۳۹) جب کسی کے یہاں افطار کرے تو اہل خانہ کو یہ دعا دے :

اَفْطَرَ عِنْدَ کُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰئِکَةُ

ترجمہ: روزہ دار تمہارے یہاں افطار کیا کریں اور نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے لیے دعا کریں (ایک جگہ افطار کر کے رسولِ اکرم ﷺ نے یہ دُعا پڑھی تھی)۔ (ابن ماجہ)

شب قدر کی دُعا :

(۴۰) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ شب قدر کون سی ہے تو (اس رات) میں کیا دُعا کروں؟

فرمایا (دُعا میں) یوں کہنا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (ترمذی)

ترجمہ : اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند فرماتا ہے لہٰذا مجھے معاف فرمادے۔

رمضان المبارک کے چار اہم کام :

(۱) لا الٰہ الا اللہ کی کثرت

(۲) استغفار میں لگے رہنا

(۳) جنت نصیب ہونے کا سوال

(۴) دوزخ سے پناہ میں رہنے کی دُعا کرنا

(فضائل رمضان بحوالہ صحیح ابن خزیمہ)

☆☆☆

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سر پرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

☆☆☆

زکوۃ .... احکام اور مسائل

﴿حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ﴾

تم خدا کے فضل سے نمازی ہو، جماعت سے نماز ادا کرتے ہو، نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اُس کا ترجمہ اور مطلب بھی سمجھ لیتے ہو۔ تم پوری طرح سمجھ چکے ہو کہ نماز اللہ کی یاد کا ایک طریقہ ہے جس میں بندہ اپنے رب کی بارگاہ میں زیادہ سے زیادہ عاجزی اور نیازمندی پیش کرتا ہے، اپنے دکھ درد کی فریاد کرتا ہے اور جماعت میں شریک ہو کر جماعتی نظم، اتحاد، اتفاق اور مساوات کا سبق لیتا ہے اور تمام دُنیا کے لیے نمونہ پیش کرتا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز   نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

خدا کے فضل سے تم روزوں کے بھی عادی ہو، تمام دن بُھوکے پیاسے رہ کر ثابت کرتے ہو کہ ہمارا کھانا پینا اور ہمارے دل کی چاہ ''حکمِ رب'' کے تابع ہے۔ اس نے اجازت دی تو ہم نے کھایا پیا، دل کی چاہ پوری کی۔ اس نے منع کر دیا تو ہم رُک گئے۔ اس سے اپنے اوپر قابو پانے کے مشق بھی ہوتی ہے اور بھوکے پیاسے، ضرورت مندوں کے دُکھ درد کا احساس بھی بیدار ہوتا ہے جس سے خلقِ خدا کے ساتھ ہمدردی بڑھتی ہے۔ لیکن تمہارا ایمان یہ بھی ہے کہ جس طرح ہماری جان خدا کی دی ہوئی ہے جب اس نے چاہا ہمیں پیدا کیا۔ گوشت کے لوتھڑے میں جان ڈالی، جب چاہے گا یہ بخشی ہوئی جان لے لے گا۔ اسی طرح ہمارا مال بھی خدا کا دیا ہوا ہے، ہماری جس کوشش کو چاہتا ہے وہ کامیاب کر دیتا ہے جس سے ہمارے ہاتھ کُھل جاتے ہیں، جیب بھر جاتی ہے گھر میں رزق آجاتی ہے اور جب چاہتا ہے اپنی دی ہوئی دولت سمیٹ لیتا ہے۔ چنانچہ فارسی کا یہ شعر جو عام طور پر زبانوں پر ہوتا ہے، ہمارا عقیدہ ہے :

در حقیقت مالک ہر شے خدا است   ایں امانت چند روزہ نزدِ ماست

یعنی درحقیقت ہر ایک چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جو کچھ ہمارے پاس ہے اللہ کی دی ہوئی چند روزہ امانت ہے۔

اچھا جب یہ سب مال و دولت، اللہ تعالیٰ کی عطا اور اُس کی دی ہوئی نعمت ہے تو انصاف کی بات تو یہ ہے کہ حصہ رسدی تمہارے پاس رہے۔ باقی سب اللہ کی مخلوق پر خرچ ہو۔ دیکھو دریا کا پانی نالی کے راستے سے تمہارے کھیت میں پہنچتا ہے۔ یہ نالی حصہ رسدی یا اس سے کچھ زیادہ خود چُوس لیتی ہے باقی سارا پانی جُوں کا تُوں کھیتوں اور باغیچوں کو پہنچا دیتی ہے جو تشنہ لب ضرورت مند ہوتے ہیں۔ اسی طرح تم بھی اگر دولت مند ہو تو ایک چشمہ ہو، ایک نہر ہو۔ اپنی پیاس بھر اپنے پاس رکھو باقی سب اللہ کی مخلوق پر صرف کر دو۔ جس کی زندگی کا چمن مُرجھا رہا ہے کیونکہ یہ مخلوق ''عیال اللہ'' ہے۔ مالک کی دی ہوئی نعمت اس کی عیال پر صرف ہونی چاہئے۔ ایمان کا تقاضا یہی ہے۔ کھیت سُوکھ رہا ہو اور تم چشمہ کے دہانہ پر پتھر کی چٹان

رکھ دو یہ ایمان کی بات نہیں ہے۔ بلکہ بہت بڑا ظلم ہے اور پرلے درجے کی سنگدلی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

الذین یکنزون الذھب و الفضۃ و لا ینفقونھا فی سبیل اللّٰہ فبشرھم بعذاب الیم.

(سورۃ توبہ آیت : ۳۴ پارہ : ۱۰)

"جو لوگ کنز کرتے ہیں (جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں) سونے اور چاندی کو اور راہِ خدا میں اس کو خرچ نہیں کرتے۔ اُن کو سُنا دو خبر دردناک عذاب کی۔ جس دن تاپا جائیگا اس خزانے کو نارِ جہنم میں پھر اُس سے داغا جائے گا ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں کو اور کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کو تم نے اپنے لیے جمع کر کے اور جوڑ کر رکھا تھا۔ پس چکھو اپنے جوڑے ہوئے کو۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

لیس بالمؤمن الذی یشبع و جارہ جائع .(ترمذی شریف)

وہ مسلمان نہیں جو خود پیٹ بھر لے اور پڑوسی بھوکا رہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے سوال کیا۔ یارسول اللہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا :

افشاء السّلام و اطعام الطعام و الصلوۃ و الناس نیام

سلام کا رواج عام کرنا، کھانا کھلانا اور اس وقت نماز پڑھنا کہ لوگ سو رہے ہوں (یعنی تہجد کی نماز پڑھنا)

مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اُس کا احسان ہے کہ اُس نے یہ حکم نہیں دیا کہ تمہارے جچے تلے خرچ سے جو فاضل بچے، وہ سب راہ خدا میں خرچ کر دو، وجہ یہ ہے کہ جس خدائے ذوالجلال نے دین اسلام سے ہمیں نوازا، وہ صرف حاکم ہی نہیں ہے بلکہ وہ رب اور پروردگار بھی ہے۔ وہ ہماری فطرت اور اس کی صلاحیتوں یا کمزوریوں سے واقف ہی نہیں ہے بلکہ وہ خالق اور صانع ہے جس نے انسان کو انسان بنایا۔ اس کی فطرت خاص طرح کی رکھی اُس میں خاص خاص صلاحیتیں پیدا کیں۔ وہ خوب جانتا ہے کہ دولت کی محبت انسانی فطرت ہے۔ یہی سبب ہے کہ انسان ہر طرح کی مصیبتیں جھیلتا ہے۔ راحت و آرام قربان کر دیتا ہے اور اپنی تمام صلاحیتیں اور قابلیتیں کام میں لا کر دولت حاصل کرتا ہے۔

وہ یہ بھی جانتا ہے کہ بال بچوں کی محبت تقاضاء فطرت ہے۔ انسان اپنے آپ سے زیادہ اپنی اولاد کی رفاہیت اور خوشحالی چاہتا ہے۔ اس کی تمنا ہوتی ہے کہ جتنی ترقی اُس نے کی ہے۔ اس سے بڑھ چڑھ کر اُس کی اولاد ترقی کرے۔ اس تمنا سے خود باپ کو کوئی فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے، البتہ ملک اور قوم کو ضرور فائدہ پہنچتا ہے، کیونکہ نوجوانوں کی ترقی ملک اور قوم کی ترقی ہوتی ہے اور اس طرح پورے عالم کی ترقی کا راستہ کھلتا ہے۔

وہ خالق اور رب جس طرح غریبوں اور ضرورت مندوں کا پروردگار ہے ایسے ہی وہ امیروں اور دولت مندوں کا

بھی رب اور پروردگار ہے۔ جس طرح غریب اور کمزور انسان اس کی عیال ہیں ایسے ہی دولت منداوران کے اہل وعیال بھی اس کی عیال ہیں۔

بیشک نہر، نالے اور چشمے تمام پانی تقسیم کر دیتے ہیں، مگر اُن کے جگر قدرتی طور پر کھیت کی زمین سے زیادہ تر رہتے ہیں۔ جو درخت نالی کی ڈول، نہر کی پٹری یا چشمہ کے آس پاس ہوتے ہیں وہ زیادہ سرسبز وشاداب رہتے ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے وہ غیر فطری باتوں کو حرام اور ناجائز قرار دے کر ختم کرتا ہے۔ اُس نے صرف چالیسواں حصہ تو ایسا رکھا کہ وہ اس دولت مند کا نہیں ہے بلکہ اللہ کا ہے۔ یہ حصہ اس کی ضرورت مند عیال پر صرف ہونا چاہیے۔ اس کو اگر تم اپنے صرف میں لاتے ہو تو ضرورت مند فقیروں کا حصہ غصب کرتے ہو اس طرح اپنے تمام مال کو ناپاک کر لیتے ہو کیونکہ تمہاری پاک کمائی میں اگر غصب کا مال مل جائے تو ساری کمائی ناپاک ہو جاتی ہے۔

اس چالیسویں حصے کے علاوہ باقی ۳۹ حصے تمہارے ہیں۔ ان کو اپنے پاس جمع بھی رکھ سکتے ہو، کاروبار کو ترقی دینے، جائیداد اور املاک کو بڑھانے میں بھی صرف کر سکتے ہو، اپنی اولاد کے لیے پس انداز بھی کر سکتے ہو کہ وہ تمہارے پیچھے ضرورت مند محتاج نہ رہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا : تم اپنی اولاد کو دولت مند خوش حال چھوڑو یہ اس سے بہتر ہے کہ ان کو فقیر چھوڑ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

مگر یہ کبھی مت بھولو کہ اللہ تعالیٰ کا حق اُن اُنتالیس حصوں پر بھی قائم ہے۔ اگر جہادِ عام جیسا معاملہ پیش آئے یا قحط جیسی کوئی عام مصیبت افرادِ ملت کو گھیر لے یا آنے والی نسل کی تعلیم کا مسئلہ پیش ہو یا مثلاً کسی ایسی تیاری کا مسئلہ پیش ہو کہ مقابلے کے وقت آپ کی قوم دوسری قوموں سے پیچھے نہ رہے۔ ایسے تمام موقعوں پر خود آپ کا اپنا فرض ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی اپنی دولت راہِ خدا میں صرف کرو کیونکہ اگر ایسا نہیں کرتے تو اپنی قوم اور ملک وملت کی تباہی مول لیتے ہو اور خود اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وانفقوا فی سبیل اللّٰہ ولا تلقوا با یدیکم الی التھلکۃ واحسنوا ان اللّٰہ یحب المحسنین .(سورۃ بقرۃ آیت: ۱۹۵ پارہ: ۲)

اے ایمان والو! خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنے آپ کو ہلاکت میں۔

غزوۂ عسرت کا واقعہ مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے امداد کی اپیل فرمائی تو حضرت عثمانؓ نے تین سو اُونٹ، دس ہزار دینار، چار ہزار درہم پیش کیے۔ فاروق اعظمؓ کے یہاں جو کچھ تھا اُسکا آدھا لے آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو یہ کمال کیا کہ جو کچھ تھا سب ہی لا کر بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا۔ یہ ہے قومی اور ملی احساس جو ہر مسلمان میں ہونا

چاہیے جس کی بنا پر وہ خود آگے بڑھ کر اپنی دولت خرچ کرے۔ جتنے زیادہ ولولہ اور شوق سے دولت خرچ کرے گا اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللّٰہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنا بل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللّٰہ یضاعف لمن یشاء .(سورۃ البقرہ .آیت : ۲۶۱ پارہ : ۳)

''وہ لوگ جو اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ اس خرچ کی مثال اس دانہ کی ہے جس میں سات خوشے نمودار ہوئے، ہر خوشے میں سو دانے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔''

بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ملکی ضرورتوں کے لیے حکومتیں پبلک سے قرض لیا کرتی ہیں۔ دینی اور ملی ضرورتوں کے لیے جو رقم صرف کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ ہمارے اوپر قرض ہے ہم اس کا انعام بہت بڑھا چڑھا کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

من ذاالذی یقرض اللّٰہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعا فا کثیرۃ.واللّٰہ یقبض و یبصط والیہ ترجعون . (سورۃ بقرۃ : آیت ۲۴۵ پ: ۲)

''کون ہے جو اللہ کو اچھا قرضہ قرض دے کہ اللہ تعالیٰ اسے بڑھا چڑھا کر کئی گنا کر دے اور اللہ ہی تنگی کرتا اور فراخی دیتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

یعنی جو کچھ ہے اسی کا ہے، تم خود بھی اُسی کے ہو۔ چند روزہ زندگی کے بعد اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے پھر دل تنگی اور بخل کیسا۔ اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرو۔

تعریف، حکم اور شرطیں

تعریف :

زکوۃ مال کے اُس خاص حصے کو کہتے ہیں جس کو خدا کے حکم کے موافق فقیروں محتاجوں وغیرہ کو دے کر انہیں مالک بنا دیا جائے۔

حکم :

زکوۃ دینا فرض ہے۔ قرآن مجید کی آیتوں اور آنحضرت ﷺ کی حدیثوں سے اس کی فرضیت ثابت ہے جو شخص زکوۃ فرض ہونے سے انکار کرے وہ کافر ہے۔

شرطیں :

مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ ہونا، نصاب کا مالک ہونا، نصاب کا اپنی حاجتوں سے زیادہ اور قرض سے بچا ہوا ہونا اور مالک ہونے کے بعد نصاب پر ایک سال گزر جانا زکوۃ فرض ہونے کی شرطیں ہیں۔

پس کافر، غلام، مجنوں اور نابالغ کے مال میں زکوۃ فرض نہیں ہے۔ اسی طرح جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو یا مال تو نصاب کے برابر ہے لیکن وہ قرض دار بھی ہے یا مال سال بھر تک باقی نہیں رہا، تو ان حالتوں میں بھی زکوۃ فرض نہیں ہے۔

مال، زکوۃ اور نصاب

کس کس مال میں زکوۃ فرض ہے :

(۱) مالِ تجارت میں (۲) سونے اور چاندی میں (۳) سونے چاندی سے بنی ہوئی تمام چیزوں میں، جیسے اشرفی، روپے، زیور، برتن، گوٹہ، ٹھپہ، آرائشی سامان وغیرہ، ان سب میں زکوۃ فرض ہے۔

سرکاری نوٹ :

سرکاری نوٹ رسید کی حیثیت رکھتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے کے نوٹ ہیں اتنی رقم آپ کی سرکاری بنک میں جمع ہے۔ پس اگر یہ رقم بقدر نصاب ہے تو زکوۃ واجب ہوگی۔

جواہرات :

سچے موتی یا جواہرات پر زکوۃ فرض نہیں چاہے کتنی ہی مالیت کے ہوں البتہ اگر تجارت کے لیے ہوں تو زکوۃ فرض ہے۔

برتن اور مکانات وغیرہ :

تانبے وغیرہ کے برتن، کپڑے، مکان، دکان، کارخانہ، کتابیں، آرائشی سامان (جو سونے چاندی کا نہ ہو) دستکاریوں کے اوزار، خواہ وہ کسی قیمت کے ہوں، خواہ ان سے کرایہ آتا ہو، ان پر زکوۃ واجب نہیں ہے البتہ اگر اُن میں سے کوئی چیز بھی تجارت کی ہے تو اس پر زکوۃ فرض ہے۔

مالِ تجارت :

جو مال بیچنے اور نفع کمانے کے لیے ہو وہ مال تجارت ہے خواہ کسی قسم کا مال ہو، یہاں تک کہ اینٹیں پتھر، مٹی کے

برتن گھاس پھونس، اگر اُن کی تجارت کی جاتی ہے تو اُن پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

نصاب کسے کہتے ہیں :

جن مالوں میں زکوٰۃ فرض ہے اُن کی شریعت نے خاص خاص مقدار مقرر کردی ہے جب اتنی مقدار کسی کے پاس پوری ہوجائے تو زکوٰۃ فرض ہوجاتی ہے۔ پس نصاب مال کی اُس خاص مقدار کو کہتے ہیں جس پر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی ہے۔

چاندی کا نصاب اور اس کی زکوٰۃ :

چاندی کا نصاب باون تولہ چھ ماشہ ہے[1] اور انگریزی روپیہ کے وزن سے جو ساڑھے گیارہ ماشے کا ہوتا ہے ۵۴ تولہ ۲ ماشہ اور جبکہ زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ (۱/۴۰) دینا فرض ہوتا ہے تو ۵۴ تولہ ۲ ماشہ کی زکوٰۃ ایک تولہ چار ماشہ دو رتی چاندی ہوگی۔

سونے کا نصاب اور اس کی زکوٰۃ :

سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے چھ ماشے سونا ہوتا ہے۔ اس کی زکوٰۃ دو ماشے دو رتی سونا ہوگی۔

تجارتی مال کا نصاب :

سونے چاندی سے تجارتی مال کی قیمت لگاؤ پھر اگر اس کی مالیت نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو تو چاندی یا سونے کا نصاب قائم کر کے اُس کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرو۔

اصل کے بجائے قیمت :

(۱) اصل فرض تو یہ ہے کہ جس مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اسی کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دو۔ مثلاً اگر غلہ کی تجارت ہے تو تجارتی غلہ کا جس قدر اسٹاک ہے اُس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دے دو۔ باقی یہ بھی جائز ہے اور ضرورت مندوں کی سہولت اگر اسی میں ہے تو یہی بہتر ہے کہ اس کی قیمت دے دو۔

(۲) اسی طرح اگر تمہارے پاس چاندی کے زیور یا برتن ہیں جن کا وزن مثلاً سو تولہ ہے تو فرض تو یہ ہے کہ ڈھائی تولہ چاندی دے دو۔ لیکن اگر ڈھائی تولہ چاندی کی قیمت کا کپڑا یا غلہ خرید کر دے دو وہ بھی جائز ہے۔

(۳) اس موقع پر آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد یاد رکھو کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہتر اور افضل وہ ہے جو

---

[1] وزن کے لحاظ سے ۱۰ درہم سات مثقال کے ہوتے ہیں۔ دوسو درہم ۱۴۰ مثقال کے۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے تو ایک سو چالیس مثقال کا وزن چھ سو تیس ماشہ ہوگا جس کے ساڑھے باون تولے ہوتے ہیں۔

ضرورت مند کی ضرورت کے مطابق ہو اور جس میں اُس کا نفع زیادہ ہو۔ مثلاً جو بھوکا ہے اس کو غلہ دو، ننگے کو کپڑا دو۔ اگر بھوکے ننگے کو کسی تاجر نے کتابیں دے دیں تو اس کی زکوۃ تو ادا ہو جائے گی مگر ضرورت مند کی ضرورت پوری نہ ہوگی وہ اپنی ضرورت پوری کرنا چاہے گا تو ان کتابوں کو آدھی تہائی قیمت پر بیچے گا، اس سے اس کا نقصان ہوگا۔

(۴) یہ بھی یاد رکھو کہ چاندی کی زکوۃ اگر چاندی سے ادا کی جائے گی تو قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ وزن کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً کسی کے پاس خالص چاندی کے سو روپے ہیں۔ سال گزرنے کے بعد اُسے ڈھائی تولہ چاندی دینی چاہیے اب اسے اختیار ہے کہ وہ خالص چاندی کے دو روپے اور ایک خالص چاندی کی اٹھنی دے دے یا چاندی کا ٹکڑا ڈھائی تولہ کا دے دے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ لیکن اگر چاندی کا ٹکڑا ڈھائی تولہ کا قیمت میں دو روپے کا ہو تو دو روپے دینے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی اور اگر ڈھائی تولہ خالص چاندی تین روپے کی ہو تو زکوۃ میں تین روپے دینے ہوں گے۔ ہاں اگر روپے بھی خالص چاندی کے ہوں تو ڈھائی روپے یعنی دو روپے خالص چاندی کے اور ایک اٹھنی خالص چاندی کے زکوۃ میں دی جائے گی۔

اُدھورے نصاب :

(۱) کسی کے پاس تھوڑی سی چاندی ہے اور تھوڑا سا سونا، دونوں میں سے نصاب کسی کا پورا نہیں ہے تو اس صورت میں سونے کی قیمت چاندی سے یا چاندی کی قیمت سونے سے لگا کر دیکھو کہ دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر کسی کا نصاب پورا ہو جائے تو اُسی کی زکوۃ دو [۲] اور دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا نہ ہو تو زکوۃ فرض نہیں۔

(۲) اگر کسی کے پاس صرف تین چار تولہ سونا ہے۔ اُس کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے لیکن چاندی یا چاندی کی کوئی بھی چیز اس کے پاس نہیں ہے تو اس صورت میں اس پر زکوۃ فرض نہیں ہے۔

(۳) کسی کے پاس کچھ تجارتی مال ہے جو نصاب کے برابر نہیں ہے لیکن اس کے علاوہ کچھ سونا یا چاندی بھی اس کے پاس ہے تو اگر سب کے ملانے سے نصاب پورا ہو جاتا ہے تو اس مجموعہ پر زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

زکوۃ کب ادا کی جائے :

(۱) جب بقدر نصاب مال پر جو تمہاری ملک میں آیا ہے چاند کے حساب سے سال پورا ہو جائے تو زکوۃ ادا کر

---

[۲] مثلاً چالیس تولے چاندی ہے اور دو ماشہ سونا جس کی قیمت دس تولہ چاندی ہوتی ہے۔ اس صورت میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی کیونکہ دونوں کی مجموعی قیمت پچاس تولہ چاندی ہوتی ہے جو نصاب سے کم ہے۔ ہاں اگر چالیس تولہ چاندی کے ساتھ تین ماشہ سونا ہو جس کی قیمت پندرہ تولہ چاندی ہو تو زکوۃ فرض ہو جائے گی کیونکہ چاندی کا نصاب ۵۲ تولے ۶ ماشے ہے، جو پورا ہو گیا یا مثلاً چھ تولہ سونا اور سو تولہ چاندی ہے جس کی قیمت ایک تولہ اور چھ ماشہ سونا ہوتی ہے تو سونے کا نصاب سات تولہ چھ ماشہ پورا ہو گیا۔ اس میں اختیار ہے کہ سونے کا چالیسواں حصہ یا اس کی قیمت دو، یا چھ تولہ سونے کی بھی چاندی سے قیمت لگا لو اور جو مجموعی رقم چاندی کی ہوتی ہے اس کا چالیسواں حصہ دے دو۔

دو، دیر لگانا اچھا نہیں ہے۔

(۲) ہاں اگر بقدرِ نصاب مال کے مالک ہونے کے بعد اگر سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کردو تو یہ بھی جائز ہے۔

نیت :

جب زکوٰۃ کی رقم کسی کو دو یا کم از کم زکوٰۃ کی رقم علیحدہ کر کے رکھو، اُس وقت یہ نیت کرنا ضروری ہے کہ یہ مال میں زکوٰۃ میں دیتا ہوں یا زکوٰۃ کے لیے علیحدہ کرتا ہوں۔ اگر زکوٰۃ کا خیال نہیں تھا اور کسی کو روپیہ دے دیا، دینے کے بعد اُس کو زکوٰۃ کے حساب میں لگا لیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ اسی طرح کسی کو قرض دیا تھا اب اس کو زکوٰۃ کے حساب میں لگا کر معاف کرنا چاہتے ہو تب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اگر ادائے قرض میں اس کی امداد کرنی ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اتنی رقم اس کو زکوٰۃ کی نیت سے دے دو پھر اُس سے اپنے قرض میں یہ رقم وصول کر لو۔

کیا بتانا ضروری ہے؟ :

جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے بلکہ اگر زکوٰۃ کی نیت کر کے کسی غریب کو انعام کے طور پر یا کسی مفلس کے بچوں کو عیدی کے نام سے رقم دے دی جائے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

پوری یا تھوڑی زکوٰۃ کب ساقط ہو جاتی ہے :

(۱) سال گزرنے کے بعد ابھی زکوٰۃ نہیں دی تھی کہ سارا مال ضائع ہو گیا یا سارا مال راہِ خدا میں صرف کر دیا تو اُس کی زکوٰۃ بھی ساقط ہو گئی۔

(۲) لیکن اگر سارا مال ضائع نہیں ہوا، تھوڑا مال ضائع ہوا یا تھوڑا مال خیرات کیا باقی، باقی ہے تو جس قدر مال ضائع ہوا یا خیرات کیا اس کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی۔ باقی مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔

مصارفِ زکوٰۃ

تشریح : مصارف جمع مصرف کی ہے۔ جس شخص کو زکوٰۃ دینے کی اجازت ہے اُسے مصرفِ زکوٰۃ کہتے ہیں۔ مصارف زکوٰۃ سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ کون کون ہیں؟ :

(۱) فقیر یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ تھوڑا سا مال و اسباب ہے لیکن نصاب کے برابر نہیں۔

(۲) مسکین یعنی جس شخص کے پاس کچھ بھی نہیں۔

(۳) قرضدار یعنی وہ شخص جس کے ذمہ لوگوں کا قرض ہو اور اس کے پاس قرض سے بچا ہوا بقدرِ نصاب کوئی مال نہ ہو۔

(۴) مسافر جو حالت سفر میں تنگ دست رہ گیا ہو اسے بقدر حاجت زکوۃ دے دینا جائز ہے۔

کن لوگوں کو زکوۃ دینا جائز نہیں :

(۱) مالدار کو یعنی اس شخص کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے جس پر خود زکوۃ فرض ہے۔ یا اس کے پاس نصاب کے برابر قیمت کا کوئی اور مال موجود ہے اور اس کی حاجت اصلیہ سے فاضل ہے۔ جیسے کسی کے پاس تانبے کے برتن روزمرہ کی ضرورت سے زائد رکھے ہوئے ہیں اور اُن کی قیمت بقدرِ نصاب ہے۔ اس پر اگرچہ ان برتنوں کی زکوۃ دینی واجب نہیں ہے مگر اس کو زکوۃ کا مال لینا بھی حلال نہیں ہے۔

(۲) سیّد اور بنی ہاشم کو زکوۃ دینی جائز نہیں ہے۔ اُن کی اگر خدمت کرنی ہے تو زکوۃ کے علاوہ کوئی اور رقم بطور ہدیہ پیش کیجئے۔ آنحضرت ﷺ سے ان کو جو خاندانی نسبت ہے اس کے احترام کا یہی تقاضا ہے۔

تشریح : بنی ہاشم سے حضرت حارث بن عبدالمطلب، حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت عباس اور حضرت علیؓ کی اولاد مراد ہے۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

(۳) اپنے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ جو ان سے اُوپر کے ہوں۔

(۴) بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی وغیرہ جو ان سے نیچے ہوں۔

(۵) خاوند اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے خاوند کو بھی زکوۃ نہیں دے سکتی۔

(۶) غیر مسلم

(۷) مالدار آدمی کی نابالغ اولاد۔ ان تمام لوگوں کو زکوۃ دینی جائز نہیں ہے۔

کن کاموں میں زکوۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے :

جن کاموں میں کسی مستحق کو مالک نہ بنایا جائے۔ اُن میں مال زکوۃ خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسے میت کے گوروکفن میں لگا دینا یا میت کا قرض ادا کرنا یا مسجد کی تعمیر یا مدرسہ کی تعمیر، مسجد یا مدرسہ کا فرش، لوٹوں یا پانی یا چٹائی وغیرہ یا کتب خانہ کے لیے خرید کتب پر زکوۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں۔

طلبہ علوم :

ہاں ضرورت مند طالب علموں کو زکوۃ کا مال دینا جائز ہے اور مدرسوں کے مہتمم صاحبان کو اس غرض سے کہ وہ

طالب علموں پر خرچ کریں، زکوۃ دینے میں مضائقہ نہیں ہے۔

زکوۃ کن کو دینا افضل ہے :

اوّل اپنے ایسے رشتہ داروں کو جن کا نفقہ خرچہ آپ کے ذمہ نہیں ہے جیسے بھائی ، بہن ، بھتیجے ، بھتیجیاں ، چچا ، پھوپی ، خالہ ، ماموں ، ساس ، سُسر ، داماد وغیرہ میں سے جو حاجت منداور مستحق ہوں ، انہیں دینے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔ان کے بعد اپنے پڑوسیوں یا اپنے شہر کے لوگوں میں سے جو زیادہ حاجت مند ہو اُسے دینا افضل ہے۔پھر جس کے دینے میں دین کا زیادہ نفع ہو جیسے علم دین کے طالب علم۔

اداءِ زکوۃ کا طریقہ :

(۱) جس قدر زکوۃ واجب ہوئی ہے وہ مستحق لوگوں کو خاص خدا کے واسطے زکوۃ کی نیت سے دے دو اور اُسے مالک بنادو۔

(۲) مالِ زکوۃ سے فقیروں کے لیے کوئی چیز خرید کر اُن کو تقسیم کردو تو یہ بھی جائز ہے۔

(۳) کسی شخص کو اپنی طرف سے وکیل بنا کر زکوۃ کی رقم دے دو تا کہ وہ مستحق لوگوں پر خرچ کردے۔یہ بھی جائز ہے۔ مگر کسی خدمت یا کسی کام کی اُجرت میں زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔البتہ عامل زکوۃ یعنی جو شخص زکوۃ وصول کرنے پر مقرر ہوتا ہے،قرآن شریف میں اُس کو بھی مستحق لوگوں میں شمار کرایا ہے لہٰذا اس کی تنخواہ مال زکوۃ میں سے ادا کرنی جائز ہے۔

مالک مکان کب زکوۃ لے سکتا ہے کب نہیں لے سکتا :

کسی شخص کے پاس ہزار دو ہزار روپیہ کا مکان ہے جس سے وہ رہتا ہے یا اُس کے کرایہ سے اپنی گزر کرتا ہے۔اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی مال نہیں بلکہ تنگ دست ہے، اُس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے۔کیونکہ یہ مکان اُس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہے۔البتہ جب حاجتِ اصلیہ سے کوئی مال زائد ہو اور وہ بقدرِ نصاب ہو تو اُسے زکوۃ لینی جائز نہیں۔

اداءِ زکوۃ میں غلطی :

اگر کسی کو مستحق سمجھ کر زکوۃ دے دی ، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سیّد تھا یا مالدار تھا یا اپنے ماں باپ یا اولاد میں سے تھا تو زکوۃ ادا ہوگئی پھر سے زکوۃ دینی واجب نہیں ہے۔

سلسلہ نمبر۴ قسط نمبر۲

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

﴿ نظر ثانی و عنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

بانئ دار العلوم دیو بند

حضرت سیّد حاجی محمد عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ

حلم و عفو :

آپ اکثر یہ فرماتے کہ جو مجھ کو صبح سے شام تک برا کہتا ہے میں اُس کو رات کو معاف کر دیتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے، فقیر وہ ہے جو برا کہنے والے کو بھی بُرا نہ کہے اور کوئی بدنی یا قلبی یا عملی تکلیف نہ پہنچائے، اس (یعنی اللہ) کی رضا پر راضی رہے البتہ اس وقت آپ کو بہت غصہ ہوتا تھا جب آپ سے کوئی کہہ دیتا کہ فلاں نے جائز کو ناجائز اور حرام کو حلال اور حق کو ناحق کیا ہے، اُس وقت تو جو سامنے آتا تھا بگڑ جاتے تھے مگر پھر کچھ دیر بعد غصہ رفع ہو جاتا تھا۔ (تذکرۃ العابدین ص ۸۴)

صاحبِ تذکرہ نے آپ کی بہت سی کرامات لکھی ہیں اور اہلِ دیو بند میں خبر مستفیض بلکہ تواتر کے طور پر آپ کی کرامات منقول چلی آرہی ہیں رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ بتوفیق الٰہی آپ سات بار سعادتِ حج سے مشرف ہوئے۔ تقبل اللہ منا و منہ.

علالت ووفات :

حضرت حاجی صاحب کو ۱۹رذی الحجہ ۱۳۳۱ھ کو بخار ہوا اور کچھ سینہ میں درد ہوا اور غفلت زیادہ ہوئی مگر یہ سب کو معمولی سی بات معلوم ہوتی تھی کیونکہ اکثر ایسا ہوتا تھا اور نماز کے وقت ہوش ہوتا تھا چنانچہ اب کی مرتبہ بھی یہی خیال تھا مگر جمعرات کے روز ۲۷رذی الحجہ ۱۳۳۱ھ کو زیادہ طبیعت خراب ہوئی اور قریب ساڑھے چار بجے کے آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا بجا ہے؟ عرض کیا گیا ۴ بج چکے ہیں۔ آپ نے عصر کی نماز کے واسطے کانوں پر ہاتھ رکھے اور فوراً وصال ہوگیا۔ جمعہ کے روز ۲۸رذی الحجہ ۱۳۳۱ھ کو گیارہ بجے کے بعد قریب مزار رشید احمد صاحب مدفون ہوئے۔ (تذکرۃ العابدین ص ۸۹)

قبرستان قاسمی کے شمال میں قدرے مائل بمشرق آپ کا خام مزار ایک چبوترہ پر واقع ہے۔ یہ قبرستان آپ ہی کے نام سے موسوم ہے۔ قبرستان قاسمی اور اس قبرستان میں کچھ ہی قدم کا فاصلہ ہے۔ آپ کی تاریخ وفات کے مختلف اشعار ہیں :

بکش احمد آہ از حلقش لقد فاز فوزاً عظیماً بگو

خلد میں ہو عابد والا گہر کا گھر غریب یہ دُعا وہ ہے کہ ہے جس سے عیاں سال وفات

زانکہ رضواں گفت بر مرگش غریب عابد آمد در بہشت عطر بیز

وغیرہ

رحمہ اللّٰہ وجزاہ عنا وعن جمیع المسلمین خیراً آمین

حامد میاں غفرلہٗ

۱۶رصفر المظفر ۱۳۹۶ھ رفروری ۱۹۷۶ء

نوٹ

حضرت حاجی سیّد عابد حسین صاحبؒ کے بارے میں حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ نے ایک اور تفصیلی مضمون بھی تحریر فرمایا ہوا ہے جس کو انشاء اللہ قسط وار جنوری کے شمارے سے شائع کیا جائے گا۔ قارئین کرام نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

☆☆☆

جامعہ مدنیہ جدید میں سنگِ بنیاد کی مبارک تقریب

گزشتہ ماہ ۱۴؍شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۱؍اکتوبر ۲۰۰۳ء بروز ہفتہ بعد عصر جامعہ مدنیہ جدید میں دارالاقامہ کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے ایک پُروقار تقریب منعقد ہوئی، طے شدہ پروگرام کے مطابق سنگِ بنیاد کے لیے حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے تشریف لانا تھا مگر اچانک پیش آمدہ ناگزیر وجوہات کی بناء پر حضرت تشریف نہ لاسکے ان کی عدم موجودگی میں سنگِ بنیاد حضرت سیّد انور حسین صاحب نفیس رقم دامت برکاتہم نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔ اس تقریب میں جامعہ مدنیہ جدید کے اساتذہ اور طلباء کی بڑی تعداد کے علاوہ جامعہ مدنیہ جدید کے ممبرانِ شوریٰ اور معززین شہر بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب خواجہ محمد زاہد صاحب نے اداء کیے جو بطور خاص اس تقریب میں شرکت کے لیے ڈیرہ اسماعیل خان سے تشریف لائے۔ جناب سیّد سلمان صاحب گیلانی نے نعت پڑھی بعدازاں جامعہ مدنیہ جدید کے استاد مولانا محمد حسن صاحب کا بیان ہوا اور آخر میں حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے خطاب کے بعد اختتامی دُعاء کرائی۔ قارئین تقریروں کا متن ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

حضرت مولانا محمد حسن صاحب کا بیان

مدرس جامعہ مدنیہ جدید

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اعوذ باللّٰه من الشیطن الرجیم بسم اللّٰه الرحمن الرحیم ولن تغنی عنکم فئتکم شیئا ولو کثرت قال النبی ﷺ نیت المومن خیر من عمله صدق اللّٰه مولانا العظیم وصدق رسوله الکریم اما بعد!

میرے محترم عزیز طلباء! حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ اللہ تعالیٰ استاذ العلماء استادی کی عمر میں صحت میں برکت عطا فرمائے بس اللہ ہی جانتا ہے کہ یہاں پر جو حاضری ہے، بس اس کی دو تین نسبتیں ہیں ایک تو حضرت استاد جی (مولانا سیّد محمود میاں صاحب) کے ساتھ شاگرد ہونے کی میری نسبت، تقریباً بیس اکیس سال پہلے حضرت کے قدموں میں میں پڑھتا رہا۔ صَرف کی گردانیں ان سے یاد کیں، ان کی بڑی شفقت اور محبت اور دوسرا یہ آلِ رسول ہونے کی ایک ایسی نسبت ہے کہ اس کے اوپر ہم یوں سمجھ لو کہ دونوں جہاں کی سلطنت قربان کرسکتے ہیں یہ بہت بڑی نسبت ہے تو حضرت استاد کے ساتھ ان نسبتوں نے بس کھینچ لیا یہاں پر، پہلے دو سال میرے اُستاد حضرت مولانا قاری حمید اللہ صاحب ہیں میں اُن کے یہاں ٹھہرا پھر لاہور میں جامعہ محمدیہ میں ہمارے اُستاد حضرت مولانا قاضی عزیز اللہ

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت اُستاد حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت پیر جی خورشید احمد شاہ صاحبؒ کے خلیفہ تھے اور ان کی بیعت کا تعلق حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا، وہاں میں گوجرانوالہ میں تھا تو پھر حضرت اُستاد نے ایک ہی جملہ فرمایا وہاں پر، کہ اس مدرسہ کا نام ہے ''مدرسہ محمدیہ'' بس محمد (ﷺ) کے نام کی لاج رکھنا۔ بس اللہ جانتا ہے اس نسبت سے ہم وہاں بیٹھ گئے کہ حضرت استاد کا یہ بول، حضور رسول اللہ ﷺ کے مبارک نام کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اگرچہ ہم اس قابل نہیں ہیں۔ (پُرجوش نعرے)

علمائے حق علمائے دیوبند زندہ باد! علمائے حق علمائے دیوبند زندہ باد!

اور یہاں بھی یہی نسبت حضرت استاد کی نسبت، اور یہ حضور نبی کریم ﷺ کے آل کی نسبت۔ اس نسبت نے یہاں پر کھینچا ہے کہ اللہ پاک اور حضور ﷺ کے مبارک شہر کے نام پر یہ مدرسہ (جامعہ مدنیہ جدید) ہے تو یہاں پر بھی اللہ پاک اس نام کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (پُرجوش نعرے)

جامعہ مدنیہ جدید زندہ باد! جامعہ مدنیہ جدید زندہ باد!

بس اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ میں آپ کو عرض کروں کہ حضرت استاذ صاحب سے جب پہلی مرتبہ فون پر (بات ہوئی اور) حضرت استاذ نے پیغام دیا، مجھے اچھی طرح وہ جملہ یاد ہے حضرت استاذ صاحب (مولانا سیّد محمود میاں صاحب) نے فرمایا ''ہمارے مدرسہ میں ذرا شکستگی ہے'' ارشاد فرمایا بس ''حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ شکستگی ہونی چاہیے'' بس یہ جملہ ایسا دل میں اُترا کہ الحمد للہ یہ شکستہ ماحول ہے لیکن میں آپ کو عرض کروں اتنا سکون ہے کہ شاید بادشاہوں کو اپنے قیمتی محلات میں وہ سکون نہ ہو جو یہاں پر سکون ہے الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے اور اپنے عزیزوں (یعنی طلباء) کے لیے بھی یہاں پر بہت بڑا سبق ہے۔ میرے عزیزو! دین کا کام اللہ پاک جہاں بھی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمادے جنت کا محل آپ اُس کو سمجھ لیں چاہے وہ درختوں کے سائے کے نیچے کیوں نہ ہو چاہے ٹوٹی پھوٹی دیواروں کے درمیان کیوں نہ ہو وہ سلسلہ، یہ جو کام ہے یہ کام خود محل ہے۔ اب آپ دیکھیں بعض دوسرے مذاہب کے لوگ ہیں ان کے پاس پیسہ بہت ہے بڑی بڑی بلڈنگیں ہیں، راستہ میں سفر کے دوران کئی مرتبہ جاتے ہیں تو بڑی بڑی عمارتیں نظر آتی ہیں۔ ان کے باہر بڑے خوبصورت قسم کے بورڈ بھی لگے ہوتے ہیں لیکن اندر جھانک کر دیکھیں تو شاید آپ کو ایک طالب علم بھی نظر نہ آئے۔ یاد رکھنا ہمارے دین کی اللہ پاک نے سنت ایسی رکھ دی ہے اصحاب صفہ کے چبوترے سے یہ سلسلہ شروع ہوا ہے آج وہاں مسجد نبوی میں جا کر دیکھ لیں شاید اس ستون سے لے کر اُس کونے تک چبوترے کی جگہ اتنی ہے جس کے بارے میں مشہور ہے چبوترا ہے یہ بالکل مسجد کا یہ کونہ میرا خیال ہے یہ شاید بڑا ہو لیکن اللہ نے اتنا بڑا کام لیا ہے چودہ سو سال

گزر گئے آج اُن صحابہ کرامؓ کے مبارک قلوب سے جو نور نکلا ہے پورے عالم کو منور کر رہا ہے۔ (پرجوش نعرے)

شانِ صحابہ زندہ باد! شانِ صحابہ زندہ باد!

تو یہ سلسلہ انشاء اللہ قیامت تک قائم دائم رہے گا میں حضرت استاد صاحب (مولانا سیّد محمود میاں صاحب) کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں حضرت استاد صاحب کے لیے ہم سب طلباء کی طرف سے دُعاء ہے اللہ نے اُن کے نیک جذبات کو قبول فرمالیا ہے۔ اللہ ان میں مزید برکت عطا فرمائے آمین۔ اور ہمارے اس مرکز کو ظاہری اور باطنی برکتوں سے مالا مال فرمائے اسی طرح دُنیا کے جس خطہ میں جہاں جہاں اللہ کے دین کے مراکز ہیں اور اللہ پاک کے دین کی خدمت کے لیے مساعی اور کوششیں ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کو اپنی رحمتوں سے مالا مال فرمائے۔ وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین مزید حضرت استاد صاحب خطاب فرمائیں گے۔

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب کا بیان

مہتمم جامعہ مدنیہ جدید

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین امابعد! وقت تھوڑا ہے میری کوشش ہوگی کہ مختصر الفاظ میں جامعہ مدنیہ جدید کے گزشتہ سال کے تعلیمی احوال اور مستقبل کا پروگرام آپ کے گوش گزار کروں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جامعہ مدنیہ جدید تین سال قبل امیرِ ہند حضرت اقدس مولانا اسعد صاحب مدنی نے اپنے دستِ مبارک سے دیوبند سے تشریف لا کر اس مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا اور اس میں بڑے حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پچاس سال پہلے جبلِ اُحد کا پتھر جس کو انھوں نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اس نیت سے دم کرایا تھا کہ جب کبھی ایک اتنا بڑا جامعہ بناؤں گا جو میں چاہتا ہوں تو اُس میں بطورِ سنگِ بنیاد اِس کو رکھوں گا۔ پچاس سال سے وہ امانت ہمارے پاس رکھی ہوئی تھی۔ اس کا وقت آیا تو وہ حضرت اقدسؒ کے صاحبزادے نے ہی آکر اپنے دستِ مبارک سے رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی نیت کے خلوص کا ثمرہ رکھا کہ حضرتؒ نہیں تھے تو اللہ نے اُن کے صاحبزادے کو بھیجا اور انھوں نے جبلِ اُحد کے اس مبارک پتھر کو مسجد حامد میں رکھا اور جبلِ اُحد کی فضیلت ہے حدیث شریف میں آتا ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں چنانچہ اس مدرسہ میں اور اس مسجد کے در و دیوار کا ایک پتھر ایسا ہے جس سے نبی علیہ الصلوۃ والسلام محبت کرتے ہیں اور اس کے صدقہ میں ہم سب سے محبت ہوگی انشاء اللہ۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بہت سے مدارس ہیں اور سارے ہی دین کی خدمت کر رہے ہیں اللہ سب کو باقی

رکھے اور جاری رکھے اور ان کی حفاظت فرمائے لیکن حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی جو سوچ تھی جامعہ مدنیہ جدید کے متعلق وہ آج کی نہیں تھی وہ آج سے دوسو سال بعد کی تھی، مختصر سی اُن کی باتیں عرض کروں گا تاکہ اندازہ ہو کہ اُن کا مقصد کتنا بڑا تھا تاکہ حضرت کے چھوڑے ہوئے اس مشن اور مقصد میں بہت بڑے عزم کے ساتھ شامل ہوں کوئی چھوٹی موٹی بات اسے نہ سمجھے۔ یہاں اُن کا مقصد کوئی بڑی بلڈنگ نہیں تھی کوئی شاندار عمارت مقصد نہیں تھی اصل میں مقصد دین کے کلمہ کی بلندی تھی ظاہری اور باطنی اعتبار سے دین کا نام بلند ہو اور رجالِ کار پیدا ہوں اور اتنے پیدا ہوں کہ ساری دُنیا میں پھیل جائیں۔ لاہور میں نہیں پاکستان میں نہیں ہندوستان میں نہیں ساری دُنیا میں پھیل جائیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اتنا بڑا مدرسہ بنوادے جس میں بیک وقت پانچ چھ ہزار طلباء رہ سکیں اور فرماتے تھے کہ جب اس میں پانچ سو یا ایک ہزار طلباء ہر سال فارغ ہوں گے تو بتلاؤ پچاس سال اور سو سال بعد کتنے علماء پیدا ہو جائیں گے یعنی پچاس سال اور سو سال بعد جس میں کئی زندگیاں گزر جائیں گی اُس کا وہ سوچتے تھے آج کا نہیں سوچتے تھے تو یہ ایک ایسا پودا ہے اور ایسی بُنیاد ہے کہ اگر اللہ نے اسے قبول فرمالیا تو یہ ہماری بڑی سعادت ہوگی کہ اِس کی بنیاد میں ہمارا حصہ ہو جائے اور اس کا فیض سارے عالم میں پھیل جائے۔

حضرت مفتی محمود صاحبؒ سے گفتگو :

ایک بار حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت گفتگو فرما رہے تھے اسی مدرسہ کے بارے میں جب زمین بھی نہیں خریدی گئی تھی، اُس وقت فرمانے لگے کہ ایسا بڑا مدرسہ بنانا چاہتا ہوں۔ مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرتؒ سے بڑا تعلق اور محبت تھی بڑا اکرام احترام کرتے تھے اور اس لیے کرتے تھے کہ مفتی صاحب حضرت دادا جان رحمہ اللہ کے شاگرد تھے ترمذی شریف، میبذی اور اس طرح کی فنون کی کتابیں ان سے پڑھی تھیں ہندوستان میں، تو اس لیے بڑا اکرام فرماتے تھے تو مفتی صاحب نے فرمایا اتنا بڑا مدرسہ تو حکومتیں بناتی ہیں۔ اس کے لیے تو بڑا سرمایہ اور بہت بڑی منصوبہ بندی اور بہت کچھ درکار ہے تو حضرتؒ نے کچھ دیر سکوت فرمایا اور پھر فرمانے لگے کہ ''اللہ تعالیٰ بنا سکتا ہے''۔ مفتی صاحبؒ نے یہ جملہ سُن کر فرمایا کہ ٹھیک ہے یہ بات صحیح ہے تو ان بزرگوں کی دُعائیں یہ جو کام ہو رہا ہے اور جو آئندہ ہوگا اس میں میرا یا آپ میں سے کسی کا کوئی عمل دخل نہیں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ جو ثمرات آج ہم دیکھ رہے ہیں اور آئندہ دیکھیں گے یہ صرف اُن بزرگوں کی پر خلوص دُعاؤں کی برکت ہے ہماری واہ واہ تو ایسے ہی ہو جاتی ہے ہمیں تو پکی پکائی ملی ہے ہماری تو واہ واہ نہیں ہونی چاہیے۔ بڑے حضرتؒ نے اس کام کے لیے جو مشکلات اُٹھائیں جو تکلیفیں اُٹھائیں جس سے وہ گزرے ہم نے تو اس کا سوواں حصہ بھی نہیں دیکھا۔ ہم تو بہت آرام اور راحت میں ہیں۔ جو تکلیفیں وہ اُٹھا گئے یہ اُن کا ثمرہ ہے۔ اللہ

تعالیٰ ان کے اخلاص کی برکت سے قیامت تک کے لیے اس کے فیض کو جاری وساری فرمادے۔

توکل :

اور تمام معاملات جتنے تھے وہ سارے کے سارے توکل پر تھے کوئی ذریعہ نہیں تھا، جب یہاں ہم زمین لینے کے لیے آتے تھے میں اور کچھ دوست اور رائیونڈ روڈ کا ہم چکر لگاتے تھے گاڑی میں بیٹھ کر اور کبھی کہیں رُکتے تھے اور کبھی کہیں رُکتے تھے تو یہاں لوگ ملتے تھے گاؤں کے، ہمارے گرد کھڑے ہو جاتے تھے وہ سمجھتے تھے کوئی بڑی پارٹی آگئی ہے کروڑ پتی پارٹی ہے بڑا پیسہ اِن کے پاس ہے حالانکہ یقین سے یہ بات جانتا ہوں کہ اس مد کی ایک پائی نہیں تھی، زمین کے لیے قرض لے کر حضرتؒ نے یہ جگہ خریدی تھی اِس وقت یہ ایک مربع جگہ ہے۔ فرماتے تھے اور لینی ہے یہ جگہ تھوڑی ہے اور زمین ایک دفعہ ہی لی جا سکتی ہے پھر نہیں ملتی۔ عمارت تو بن سکتی ہے جب چاہیں۔ تو اتنا بڑا ادارہ چاہتے تھے وہ، ابھی تک اس سے آگے ہم زمین نہیں لے سکے لیکن ہاں ہمارا عزم ہے کہ اللہ ان کی دُعاؤں کی برکت سے ہمیں توفیق دیں گے اور ہم اور جگہ بھی لیں گے فقراء کی دُعاؤں کی برکت سے انشاء اللہ۔

دیوانے کی باتیں :

یہ جو میں باتیں کر رہا ہوں یہ بظاہر آپ کو ایک دیوانے کی باتیں لگیں گی لیکن سچ بات یہ ہے کہ جو دین کے کام ہوتے ہیں جب ان کا آغاز ہوتا ہے تو ان کی ابتداء کرنے والا لوگوں کی نظروں میں دیوانہ ہی محسوس ہوتا ہے۔

ایک واقعہ :

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسی مدرسہ کے اس بڑے منصوبے کا تزکرہ کر رہے تھے گھر میں بیٹھے تھے میں بھی تھا عورتیں بھی تھیں گھر کی بہن بھائی اور ایک عزیز بھی بیٹھے تھے تو وہ ہمارے رشتہ دار مُسکرائے جیسے تمسخر کے طور پر کوئی مُسکراتا ہے کہ یہ کیا، یہ تو ویسی ہی بات ہے بھلا ہو سکتی ہے ایسی بات، تو اب کوئی اور ہوتا غصہ میں آتا طیش میں آتا جلال دکھاتا ڈانٹ ڈپٹ کرتا حالانکہ وہ عمر میں بھی چھوٹا تھا اور رشتہ میں بھی چھوٹا تھا مگر حضرت زیرِ لب مسکرائے تبسم اُن کی عادت تھی فرمانے لگے کہ جب ہم یہ بات کرتے ہیں اور کوئی ہنستا ہے اور مذاق اُڑاتا ہے تو ہمیں غصہ نہیں آتا بلکہ ہم دل میں خوش ہوتے ہیں اس لیے خوش ہوتے ہیں کہ جب کوئی ہمارے دین کی بات پر ہنسے گا تو اللہ کی رحمت جوش میں آئے گی اور وہ کام اس کی برکت سے ہو جائے گا تو یہ سوچ تھی۔ کہاں ہماری سوچ اور کہاں اُن کی سوچ تو یہ اُنھوں نے جواب دیا کہ جب کوئی ہنستا ہے مذاق کرتا ہے تو ہم دل میں خوش ہوتے ہیں کہ یہ علامت ہے اس بات کی، نشانی ہے اس بات کی کہ یہ کام ہو کر رہے گا۔

مسجد کی چھت کا مرحلہ :

اور آج آپ اس مسجد میں بیٹھے ہیں دیکھ رہے ہیں، تقریباً اس پر اس کمرہ پر جو بنا ہے ۲۵ لاکھ روپیہ لگ چکا ہے اب اس پورے ہال کی چھت اور برآمدہ کی چھت کا مرحلہ ہے، بہت پیسہ چاہیے ہم نے چاہا کہ یہ چھت تھوڑی تھوڑی کر کے قسطوں میں ڈال دی جائے مگر انجینئر نے منع کر دیا۔ انھوں نے کہا کہ یہ چھت قسطوں میں نہیں پڑسکتی۔ یہ جو باہر برآمدہ کی بنیاد کھد چکی ہے اس کی دیواریں اُوپر اُٹھیں گی تو ایک ہی دفعہ پوری چھت پڑے گی۔ پوری چھت کا دس لاکھ سے بارہ لاکھ کا خرچہ ہے اور برآمدہ کا اس میں ملائیں تو ۲۴ لاکھ انجینئر نے خرچہ بتلادیا۔

اللہ تعالیٰ سے اُمّید وابستہ ہے :

اب ہمارے پاس ہے تو نہیں لیکن اللہ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے ہمیں اس کے آگے جھولی پھیلانی ہے ہماری جھولی پھیلی ہوئی ہے اس لیے ہم نااُمّید نہیں ہیں۔ ہماری کسی مال دار پر نظر نہیں دُنیادار پر نظر نہیں۔ ہم کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اللہ کے فضل سے لیکن اگر کوئی دیتا ہے تو ہم اس کی عزت دل و جان سے کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے لیے دے رہا ہے ہم اُس کی قدر کرتے ہیں۔ تو اس راستے میں جو دے رہے ہیں جو تعاون کر رہے ہیں، جنھوں نے کیا اور جو کریں گے اُن کے لیے ہماری دُعائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے تعاون کو قبول فرمائے اُنھیں مزید تعاون کی توفیق عطا فرمائے اور مزید مخلص معاونین اس کام کے پیدا فرمائے، بھائی تعاون کرنے والے سوچ لیں کہ اخلاص ہو۔

ایک معاون کا واقعہ :

ایک صاحب ہمارے ساتھ تعاون کرتے تھے دس ہزار کبھی بیس ہزار کبھی تیس ہزار دیتے تھے میں بھی اُن سے فون پر کبھی کبھی رابطہ کرتا تھا اب دیکھا ٹیلی فون کیا تو اُن کا ملازم اُٹھاتا ہے کبھی وہ تفتیش شروع کر دیتا ہے انٹرویو شروع کر دیتا ہے پھر ہمارے انداز سے کہ ہم ابتداء سلام سے کرتے ہیں وہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ کسی مولوی کا ہے ٹیلی فون، تو پروٹوکول بنادیئے تھے انھوں نے کہ وہ اصل آدمی تک فون پہنچتا نہیں تھا مجھے تکلیف ہوئی کہ میں کوئی اپنی ذات کے لیے فون تھوڑا ہی کرتا ہوں، مجھے تو اللہ کے فضل سے کچھ بھی نہیں چاہیے دین کے لیے کرتے ہیں اور یہ اُلٹا اس پر احسان ہے، وہ دے گا تو مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے۔

طالب علم کے لیے ذلت کا نوالہ قبول نہیں :

ہمیں تو اپنے دینی طالب علم کے منہ میں عزت کے نوالے کے علاوہ ذلت کا نوالہ قبول ہی نہیں ہے چاہے سونے کا ہو۔ ہم اللہ کے فضل سے جو پیسہ اس مدرسہ کو دیتا ہے عزت کے ساتھ لیتے ہیں اور دینے والے اللہ کے فضل سے عزت

سے دیتے ہیں ایسے لوگ اللہ نے مخلص دے رکھے ہیں۔ ذلت کا نوالہ کسی طالب علم کے لیے قبول نہیں ہے۔

حکومتوں کی امداد قبول نہیں کی :

ہمیں حکومتوں نے مدد کی (پیشکشیں کیں)۔ جب حضرتؒ کی وفات ہوئی تو (اس وقت کے وزیرِ اعظم) جونیجو تعزیت کے لیے آئے ضیاء الحق کے زمانے میں۔ انھوں نے پانچ لاکھ روپے دیے کہ یہ پیش کرتا ہوں، اللہ کے فضل سے ہم نے نہیں لیے۔ ہم نے کہا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت میں سے ایک نصیحت ہے کہ سرکاری امداد قبول نہ کی جائے لہٰذا ہمیں سرکاری امداد نہیں چاہیے۔ ہم نے اُنھیں کہا کہ اپنی جیب سے آپ ایک روپیہ بھی دیں تو ہم اسے سرآنکھوں پر رکھیں گے لیکن سرکاری امداد قبول نہیں کرتے کیونکہ حضرتؒ کی یہ نصیحت ہے اور ان کی نصیحتوں کی برکت ہے کہ دارالعلوم کہاں پہنچ گیا، آج جو بھی عمل کرے گا انشاء اللہ وہ اسی طرح ترقی کرے گا۔ تو ان صاحب کو میں نے فون کرنا چھوڑ دیا اُن کے پاس جانا بھی چھوڑ دیا۔ میرے ایک دوست مخلص تھے انھوں نے کہا نہیں چلیں کیا حرج ہے بہت بڑے جیولر ہیں لاکھوں دیتے ہیں، یہ ہے وہ ہے، گلبرگ میں اُن کا کاروبار ہے کروڑوں کا، میں جانتا ہوں پہلے غریب تھے انہیں اللہ نے ترقی دی، میں نے کہا نہیں میں تو خوشامد نہیں کرسکتا کسی کی تو وہ مجھے کہنے لگے کہ تھوڑی سی خوشامد میں کیا حرج ہے دین کے لیے، میں نے کہا یہی خوشامد میں اللہ میاں کی نہ کروں، اس کی کروں اور پھر بھی نہ مانے اور اللہ تو مانے گا وعدہ ہے تو ہم تو خوشامد اللہ کی کرتے ہیں یہ بھی اللہ کا فضل ہے کوئی اپنا کمال نہیں ہے یہ اسی کی توفیق سے کرتے ہیں ہمارا کوئی کمال نہیں ہے۔ بہرحال یہ چند باتیں تھیں حضرتؒ کا مقصد اور مشن بیان کرنا تھا جو بہت عظیم تھا ہم اس کے لائق نہیں ہیں لیکن اللہ اپنے فضل سے اس لائق بنادے تو اس کے لیے مشکل نہیں ہے اس لیے اس کی رحمت سے اُمید وار ہیں۔

تعلیمی حالات :

اب گزشتہ سال سے اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کہ تعلیم کا سلسلہ شروع ہوگیا اور اس میں مولانا حسن صاحب کے چھوٹے بھائی مولانا خلیل صاحب پڑھانے لگے۔ اور مولانا خالد محمود صاحب پڑھا رہے ہیں جو یہاں کے ناظمِ تعلیمات ہیں فنون کی کتابیں ان سے پڑھنے والے مختلف فضلاء شہر سے آتے ہیں ہفتہ میں ایک سبق وہ فنون کی کتابوں کا پڑھاتے ہیں۔ اسی طرح میرے پاس بھی ایک سبق تھا جس میں حضرت نانوتویؒ کی کتابیں میں پڑھاتا رہا ذی استعداد طلباء اور اساتذہ پڑھتے رہے۔ حضرت نانوتویؒ کا علمِ کلام آج کی جدید ترین سائنس اور فلسفہ کا منہ توڑ جواب ہے اور اس وقت کی ضرورت ہے کہ طالب علموں کو حضرت نانوتویؒ کے علمِ کلام سے آگاہ ہونا چاہیے، تھوڑا بہت جانے تو وہ جدید دور کے تمام اعتراضات حل کر سکتا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ سال سے ہماری یہ نیت (اور ارادہ ہے) کہ حضرت نانوتویؒ کے علمِ کلام کا سلسلہ ان لوگوں کے

لیے جو اس کے طالب ہوں گے جاری رکھیں گے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے، اس وقت تعلیم کے حالات تو مختصراً یہ تھے۔

تعمیراتی احوال :

اب تعمیرات کا کام یہ ہے ہماری جو ترجیحات ہیں ان میں سب سے پہلے ''مسجد حامد'' ہے اس کے بعد پانی کے لیے ایک ٹینکی ہے اور ''دارالاقامہ'' ہے اور ''کتب خانہ'' ہے اور ایک ''الحامد ٹرسٹ'' ہم نے قائم کیا ہے جس میں اب تک اللہ کے فضل سے لاکھوں روپوں کی تعداد میں غریبوں کے لیے تعاون اور مدد کی گئی ہے اُس کے تحت ہسپتال اور شفاخانوں کا قیام کا مسئلہ ہے لیکن سب سے اولین ترجیح ہماری جامعہ مدنیہ جدید اور مسجد حامد ہے اس کے ساتھ ساتھ باقی کام ضمنی ہیں۔ مقصود عمارت نہیں ہے یہ ضمنی چیزیں ہیں اصل مقصود تو اللہ کے ہاں قبولیت ہے اللہ تعالیٰ وہ عطا فرمائے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے۔ آمین۔ اختتامی دُعاء..........

☆☆☆

جامعہ مدنیہ جدید کے تعلیمی احوال

ماہ شعبان میں ۲۰ روزہ دورۂ صرف ونحو

بروز ہفتہ ۷ رشعبان المعظم سے جامعہ مدنیہ جدید میں دورہ صرف ونحو کا آغاز ہوا اور ۲۶ رشعبان بروز جمعرات اس کی تکمیل ہوئی، الحمد للہ اس عرصہ میں ملک کے چاروں صوبوں سے آئے ہوئے طلباء نے پورے ذوق وشوق سے تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا محمد حسن صاحب اور ان کے معاونین ہمہ وقت طلباء کو بہت محنت سے پڑھاتے رہے، روزانہ بعد فجر اکثر طلباء سورۂ یٰسین شریف پڑھتے اور بعد عصر تمام طلباء ختمِ خواجگان میں شریک ہوتے اور اجتماعی دُعاء ہوتی ہر اتوار کو عصر کی نماز کے بعد حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ہفتہ وار مجلس ذکر کراتے اور اس کے بعد درسِ حدیث دیتے۔ طلباء کی تعداد ساڑھے چار سو سے پانچ سو کے درمیان رہی ان کے قیام وطعام کا تمام انتظام جامعہ مدنیہ جدید کی طرف سے ہوا۔ بحمد اللہ پورا تعلیمی عرصہ بخیر وعافیت پورا ہوا تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت شاملِ حال رہی۔ انشاء اللہ تعالیٰ رمضان کے بعد ۱۱ رشوال سے نئے تعلیمی سال کے لیے مختلف درجوں میں داخلے شروع ہوں گے۔

﴿ نوٹ ﴾

۲۵ رشعبان کو صبح گیارہ بجے حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے طلباء سے الوداعی خطاب کیا قارئین کرام یہ خطاب انشاء اللہ اگلے ماہ ملاحظہ فرمائیں گے۔

یہ نظم جناب سید سلمان صاحب گیلانی نے جامعہ مدنیہ جدید میں تقریب سنگِ بنیاد کے موقع پر پڑھی

تمنّا

میری قسمت کا میرے خدا تو اگر دُور کردے اندھیرا تو کیا بات ہے
ہجر کی تند و تاریک راتوں کا اب ہو حرم میں سویرا تو کیا بات ہے
میرے ہونٹوں پہ ہر دم رہیں پھُوٹتے اپنے آقا کی توصیف کے زمزمے
اس کے بدلے مجھے قبر اور حشر میں رحمتوں نے ہو گھیرا تو کیا بات ہے
اس سے بڑھ کر بھی کیا کوئی اعزاز ہے اُن کی حرمت پہ کٹ جائے گی گردن مری
لُطف سے اپنے کر دے کسی روز یہ پورا ارمان میرا تو کیا بات ہے
اے خدا جسم پر بازؤں کی جگہ اپنی قدرت سے تو پر لگا دے مجھے
دِن کو اُڑتا پھروں گرد کعبے کے شب ہو مدینے بسیرا تو کیا بات ہے
نیکیوں سے تو دامن ہے خالی مرا ایک اُمّید پر آسرا ہے فقط
شافعِ حشر کے فیض سے حشر میں کام بن جائے میرا تو کیا بات ہے
رشک میرے مقدر پہ کرنے لگیں ، سب فرشتے بھی ، حوریں بھی ، غلمان بھی
اپنے آقا کے قدموں میں یوں جا کے میں ڈال دوں اپنا ڈیرا تو کیا بات ہے
سبز گنبد کو مشاقِ نظروں سے میں ٹکٹکی باندھ کر ایسے تکتا رہوں
لب پہ صلی علیٰ کا مرے وِرد ہو ، دم نکل جائے میرا تو کیا بات ہے
اے خدا اپنے محبوب برحق کی تو خواب میں ہی زیارت کرا دے کبھی
مستحق تو نہیں میں اس اعزاز کا ، فضل ہو جائے تیرا تو کیا بات ہے
اب تو جی میں ہے جا کے وہیں جا بسوں ، موت آئے تو آئے وہیں پہ مجھے
ہو مدینے کی گلیوں کا اس مرتبہ اس طرح کا جو پھیرا تو کیا بات ہے
روزِ محشر کرم یوں ہو سلمانؔ پر جب پریشاں کھڑا ہو وہ میزان پر
آکے ، خود وہ فرشتوں سے کہہ دیں وہاں ، یہ ثناخواں ہے میرا تو کیا بات ہے

☆☆☆

قسط : ۳۱

فہمِ حدیث

☆

قیامت اور آخرت کی تفصیلات

﴿ حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب ﴾

جہنم اور اُس کی ہولناکیاں :

عن انسؓ عن النبی ﷺ قال لا تزال جهنم یلقٰی فیها وتقول هل من مزید حتی یضع رب العزة قدمهٗ فیها فینزوی بعضها الی بعض وتقول قط قط وعزتک وکرمک. (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جہنم میں جتنے بھی لوگ ڈالے جائیں گے وہ (اپنی وسعت کی وجہ سے) یہی کہتی رہے گی کہ اور ہیں؟ (اور ہیں؟) یہاں تک رب العزت اپنا قدم اس پر رکھیں گے جس سے وہ سکڑ جائے گی (اور اس کا بعض حصہ دوسرے کے ساتھ مل جائے گا) اور کہے گی آپ کی عزت اور آپ کے کرم کی قسم بس بس (اب مزید سکڑنے کی طاقت نہیں)۔

فائدہ : یہ قدم ہماری طرح کا نہیں اور نہ ہی جسمانی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق کچھ ہے۔

عن ابی هریرةؓ ان رسول اللّٰه ﷺ قال نارکم جزء من سبعین جزأ من نار جهنم قیل یا رسول اللّٰه ان کانت لکافیة قال فضلت علیهن بتسعة وستین جزأ کلهن مثل حرها . (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری اس دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! یہی (دنیا کی آگ عذاب کے لیے) کافی تھی؟ (چونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں اور اُن کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ اگر ہمیں اس کی کوئی حکمت سمجھ میں نہ آئے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے فعل کا حکمت سے

خالی ہونا لازم نہیں آتا اس لیے ان صاحب کے جواب میں) آپ نے فرمایا (یہاں اصل مقصود تو اللہ تعالیٰ کے فعل کو پیشِ نظر رکھنا ہے اور وہ یہی ہے کہ) دوزخ کی آگ دنیا کی آگ کے مقابلہ میں اُنہتر درجہ بڑھادی گئی ہے اور ہر درجہ کی حرارت آتش دنیا کی حرارت کے برابر ہے۔

عن النعمان بن بشیرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان أھون اھل النار عذابا من له نعلان وشراکان من نار یغلی منھما دماغه کما یغلی المرجل ما یری أن احدا اشدمنه عذابا وانه لأھونھم عذابا. (بخاری ومسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کی چپلیں اور اُن چپلوں کے تسمے آگ کے ہوں گے ان کی گرمی سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا اور جوش مارے گا کہ جس طرح چولھے پر دیگچی کھولتی ہے اور اس میں جوش آتا ہے وہ نہیں خیال کرے گا کہ کوئی شخص اس سے زیادہ سخت عذاب میں بھی ہے (یعنی وہ اپنے ہی کو سب سے زیادہ سخت عذاب میں سمجھے گا) حالانکہ وہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔

عن سمرۃ بن جندبؓ ان النبی ﷺ قال منھم من تأخذہ النار الی کعبیه و منھم من تأخذہ النار الیٰ رکبتیه ومنھم من تأخذہ النار الی حجزته ومنھم من تأخذہ النار الیٰ ترقوته. (مسلم)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخیوں میں سے بعض وہ ہوں گے کہ جن کو آگ پکڑے گی اُن کے ٹخنوں تک اور بعض وہ ہوں گے کہ جن کو آگ پکڑے گی اُن کے گھٹنوں تک اور بعض وہ ہوں گے جن کو آگ پکڑے گی اُن کی کمر تک اور بعض وہ ہوں گے جن کو آگ پکڑے گی اُن کی ہنسلی تک۔

عن عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان فی النار حیات کامثال البخت تلسع احداھن اللسعة فیجد حموتھا اربعین خریفا وان فی النار عقارب کامثال البغال المؤکفة تلسع احداھن اللسعة فیجد حموتھا اربعین خریفا. (احمد)

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ جہنم میں

سانپ ہیں جو اپنی جسامت میں بختی اُونٹوں کے برابر ہیں (جو جثہ میں اُونٹوں سے بھی بڑے ہوتے ہیں) اور وہ اس قدر زہریلے ہیں کہ ان میں کا کوئی سانپ جب دوزخی کو ایک دفعہ ڈسے گا تو چالیس سال کی مدت تک وہ اس کے زہر کا اثر پائے گا (اور تڑپے گا) اور اسی طرح دوزخ میں بچھو ہیں جو (اپنی جسامت میں) پالان بندھے خچروں کی مانند ہیں (وہ بھی ایسے ہی زہریلے ہیں) کہ ان میں سے کوئی کسی دوزخی کو ایک دفعہ ڈنگ مارے گا تو چالیس سال تک وہ اس کے زہر کی تکلیف پائے گا۔

عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لو أن دلوا من غساق یھراق فی الدنیا لأنتن اھل الدنیا. (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ غساق (یعنی وہ سڑی ہوئی پیپ جو جہنمیوں کے زخموں سے نکلے گی اور جس کے متعلق قرآن مجید میں بتلایا گیا ہے کہ وہی انتہائی بھوک میں ان کی غذا ہوگی وہ) اس قدر بدبودار ہوگی کہ اگر اس کا ایک ڈول اس دنیا میں بہادیا جائے تو ساری دنیا اس کی سڑاند سے) بدبودار ہو جائے۔

عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ قرأ ھذہ الآیۃ اتقوا اللہ حق تقاتہٖ ولا تموتن الا وانتم مسلمون قال رسول اللہ ﷺ لو ان قطرۃ من الزقوم قطرت فی دارِ الدنیا لأ فسدت علیٰ أھل الارض معایشھم فکیف بمن یکون طعامہٗ. (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اتقو اللہ حق تقاتہٖ ولا تموتن الا وانتم مسلمون (اللہ سے ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے، اور فیصلہ کرلو کہ ہرگز نہ مرو گے مگر اس حال میں کہ تم مسلم یعنی اللہ کے فرمانبردار بندے ہوگے کیونکہ اللہ تمہارا خالق، مالک اور حاکم ہے تو تمہیں اس کی فرمانبرداری لازم ہے اور یہ نہ سمجھنا کہ اگر ہم نے فرمانبرداری نہ کی تو کیا ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نافرمانوں کے لیے بڑی ہولناک جہنم تیار کی ہے اور اس کی ہولناکی کو یوں) آپ نے بیان فرمایا کہ زقوم (جس کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ وہ جہنم میں پیدا ہونے والا ایک درخت ہے اور وہ دوزخیوں کی خوراک بنے گا) اگر اس کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو زمین پر بسنے والوں کے سارے سامانِ زندگی کو

خراب کردے پس کیا گزرے گی اس شخص پر جس کا کھانا وہی زقوم ہوگا۔

عن انسؓ عن النبی ﷺ قال یاایھاالناس ابکوا فان لم تستطیعوا فتباکوا فان اھل النار یبکون فی النار حتی تسیل دموعھم فی وجوھھم کانھا جداول حتی تنقطع الدموع فتسیل الدماء فتقرح العیون فلو ان سفنا ازجیت فیھا لجرت.(شرح السنة)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے (اپنے ایک خطاب میں) فرمایا کہ اے لوگو! (اللہ اور اس کے عذاب کے خوف سے) خوب رواور اگر تم یہ نہ کرسکو یعنی اگر حقیقی گریہ کی کیفیت تم پر طاری نہ ہو کیونکہ وہ ایسی اختیاری چیز نہیں ہے کہ آدمی جب چاہے اس کو اپنے اندر پیدا کر سکے (تو پھر اللہ کے قہر اور اس کے عذاب کا خیال کرکے) تکلف سے رواور رونے کی شکل بناؤ) کیونکہ دوزخی دوزخ میں اتنا روئیں گے، اتنا روئیں گے کہ اُن کے چہروں پر ان کے آنسو ایسے بہیں گے کہ گویا وہ (بہتی ہوئی) نالیاں ہیں یہاں تک کہ آنسو ختم ہو جائیں گے اور پھر آنسوؤں کی جگہ خون بہے گا اور پھر اس خون بہنے سے آنکھوں میں زخم پڑ جائیں گے (اور پھر ان زخموں سے اور زیادہ خون جاری ہوگا اور ان دوزخیوں کے ان آنسوؤں اور خونوں کی مجموعی مقدار اتنی ہوگی کہ اگر کشتیاں اس میں چلائی جائیں تو خوب چلیں۔

جنت ودوزخ کا تقابل اور اس کے بارے میں تنبیہ :

عن ابی ھریرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ حفت النار بالشھوات وحفت الجنة بالمکارہ.(بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخ شہوتوں اور لذتوں سے گھیر دی گئی ہے اور جنت سختیوں اور مشقتوں (یعنی شرعی احکام کی پابندیوں) سے گھیر دی گئی ہے۔

عن ابی ھریرةؓ عن النبی ﷺ قال لما خلق اللہ الجنة قال لجبرئیل اذھب فانظر الیھا فذھب فنظر الیھا والی ما اعداللہ لاھلھا فیھا ثم جاء فقال ای رب وعزتک لا یسمع بھا احد الا دخلھا ثم حفھا بالمکارہ ثم قال لجبرئیل اذھب فانظر الیھا قال فذھب فنظر الیھا ثم جاء فقال ای رب وعزتک لقد خشیت ان

لا یدخلھا احد قال فلما خلق اللّٰہ النار قال یاجبرئیل اذھب فانظر الیھا قال فذھب فنظر الیھا ثم جاء فقال ای رب وعزتک لا یسمع بھا احد فیدخلھا فحفھا بالشھوات ثم قال یا جبرئیل اذھب فانظر الیھا قال فذھب فنظر الیھا فقال ای رب وعزتک لقد خشیت ان لا یبقی احد الا دخلھا. (ترمذی ونسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ جب اللہ نے جنت کو بنایا تو (اپنے مقرب فرشتے) جبرئیل سے فرمایا کہ تم جاؤ اور اس کو دیکھو (کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے، اور اس میں کیسی کیسی نعمتیں پیدا کی ہیں) چنانچہ وہ گئے اور انہوں نے جا کر جنت کو اور راحت ولذت کے اُن سامانوں کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کے لیے اس میں تیار کیے ہیں اور پھر حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ خداوندا! آپ کی عزت وعظمت کی قسم (آپ نے تو جنت کو ایسا حسین بنایا ہے۔ اور اس میں راحت ولذت کے ایسے ایسے سامان پیدا کیے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ) جو کوئی بھی اس کا حال سن پائے گا وہ اس میں ضرور پہنچے گا (یعنی اس کا حال سن کر وہ دل وجان سے اس کا طالب بن جائے گا اور پھر اس میں پہنچنے کے لیے پوری کوشش کرے گا اور اس طرح اس میں پہنچ ہی جائے گا) پھر اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو (نفس کی) ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر دیا (جو اس بات کی مثالی صورت تھی کہ جنت تک رسائی ان احکام کو پورا کر کے ہوگی جو نفس پر شاق اور گراں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں پہنچنے کے لیے احکام کی اطاعت کی گھاٹی کو عبور کرنے کی شرط لگا دی جس میں طبیعتوں کو اور نفسوں کو بڑی سختی اور دشواری محسوس ہوتی ہے) اور پھر جبرئیل سے فرمایا کہ اب پھر جاؤ اور پھر اس جنت کو (اور اس کے گرداگرد لگائی ہوئی نئی باڑھ کو) دیکھو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ پھر گئے اور جا کر پھر جنت کو دیکھا اور اس مرتبہ آ کر فرمایا کہ خداوندا! قسم آپ کی عزت وعظمت کی، اب تو مجھے یہ ڈر ہے کہ اس میں کوئی بھی نہ جا سکے گا (مطلب یہ ہے کہ جنت میں جانے کے لیے شرعی احکام کی پابندی کی گھاٹی کو عبور کرنے کی جو شرط آپ کی طرف سے لگائی گئی ہے وہ نفس اور نفسانی خواہشات رکھنے والے انسان کے لیے اتنی شاق اور اس قدر دشوار ہے کہ اس کو کوئی بھی پورا نہ کر سکے گا اس لیے مجھے ڈر ہے کہ اب اس جنت کو شاید کوئی بھی حاصل نہ کر سکے گا)۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے جب دوزخ کو بنایا تو جبرئیل سے فرمایا کہ جاؤ اور ہماری بنائی ہوئی دوزخ

کو (اور اس میں انواع واقسام کے عذاب کے جو سامان پیدا کیے ہیں ان کو) دیکھو، چنانچہ وہ گئے اور جا کر اس کو دیکھا اور آکر عرض کیا خداوندا! آپ کی عزت کی قسم (آپ نے دوزخ کو تو ایسا بنایا ہے کہ میرا خیال ہے کہ) جو کوئی بھی اس کا حال سن لے گا وہ کبھی بھی اس میں نہ جائے گا (یعنی ایسے کاموں کے پاس نہیں جائے گا جو آدمی کو دوزخ میں پہنچانے والے ہیں) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو شہوتوں اور نفسانی لذتوں سے گھیر دیا (مطلب یہ ہے کہ نفسانی خواہشات والے وہ اعمال جن میں انسان کی طبیعت اور نفس کے لیے بڑی کشش ہے، جہنم کے گرد اُن کو پھیلا دیا، اور اس طرح جہنم کی طرف جانے کے۔لیے ایک بڑی کشش پیدا ہوگئی) اور پھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل سے فرمایا اب پھر جا کر اس دوزخ کو دیکھو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جبرئیل پھر گئے اور جا کر اس کو (اور اس کے گرد شہوات ولذات کے پھیلاؤ کو) دیکھا اور آکر عرض کیا خداوندا! آپ کی عزت وجلال کی قسم اب تو مجھے ڈر ہے کہ سب انسان اسی میں نہ پہنچ جائیں۔ (مطلب یہ ہے کہ جن شہوتوں اور لذتوں سے آپ نے جہنم کو گھیر دیا ہے ان میں نفس رکھنے والے انسانوں کے لیے اتنی زبردست کشش ہے کہ ان سے رکنا بہت مشکل ہے اور اس لیے خطرہ ہے کہ ساری اولادِ آدم نفسانی لذات وشہوات کی کشش سے مغلوب ہو کر دوزخ ہی میں نہ پہنچ جائے)۔

دنیا کی راحت وتکلیف کا آخرت کی راحت وتکلیف سے تقابل :

عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یوتی بانعم اھل الدنیا من اھل النار یوم القیمٰة فیصبغ فی النار صبغة ثم یقال یا ابن آدم ھل رأیت خیرا قط ھل مربک نعیم قط؟ فیقول لا واللّٰہ یا رب! ویوتی باشد الناس بوسا فی الدنیا من اھل الجنة فیصبغ صبغة فی الجنة فیقال لہٗ یا ابن آدم ھل رأیت بوسا قط وھل مربک شدة قط؟فیقول لا واللّٰہ یا رب مامربی بوس قط ولا رأیت شدة قط .(مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اہلِ دوزخ میں سے (یعنی اُن لوگوں میں سے جو اپنے کفر وشرک کی وجہ سے یا فسق وفجور کی وجہ سے دوزخ میں جانے والے ہوں گے) ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے اپنی دنیا کی زندگی نہایت عیش وآرام کے ساتھ گزاری ہوگی اور اس کو دوزخ کی آگ میں ایک غوطہ دلایا جائے گا۔ (یعنی جس

طرح کپڑے کو رنگتے وقت رنگ میں ڈال کر اور بس ایک ڈوب دے کر نکال لیتے ہیں اسی طرح اس شخص کو دوزخ کی آگ میں ڈال کر فوراً نکال لیا جائے گا جس کی شدت کا یہ اثر ہوگا کہ سابقہ راحت کا خیال بھی مٹ جائے گا) پھر اس سے پوچھا جائیگا کہ اے آدم کے فرزند! کیا تو نے کبھی خیریت اور اچھی حالت دیکھی ہے۔ اور کیا کبھی عیش و آرام کا کوئی دور تجھ پر گزرا ہے؟ وہ کہے گا کبھی نہیں، قسم خدا کی اے پروردگار! اور ایک شخص اہلِ جنت میں سے (یعنی ان خوش نصیب بندوں میں سے جو اپنی ایمان والی زندگی کی وجہ سے جنت کے مستحق ہوں گے) ایسا لایا جائیگا جس کی زندگی دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف میں اور دُکھ میں گزری ہوگی، اور اس کو ایک غوطہ جنت میں دیا جائے گا (یعنی جنت کی فضاؤں اور ہواؤں میں پہنچا کر فوراً نکال لیا جائے گا (جس کا اثر یہ ہوگا کہ سابقہ تکلیف کا خیال تک مٹ جائے گا) اور اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے فرزند! کیا کبھی تو نے کوئی دُکھ دیکھا ہے، اور کیا تجھ پر کوئی دور شدت اور تکلیف کا گزرا ہے تو وہ کہے گا نہیں، خدا کی قسم اے میرے پروردگار! مجھ پر کبھی کوئی تکلیف نہیں گزری اور میں نے کبھی کسی تکلیف کا منہ نہیں دیکھا۔

جنت و دوزخ کی حقیقت سے لوگوں کی بے فکری :

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ مارأیت مثل النار نام ھاربھا ولا مثل الجنۃ نام طالبھا. (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے نہیں دیکھی دوزخ کی طرح کوئی خوفناک بلا، کہ سوتا ہو اُس سے بھاگنے والا، اور نہیں دیکھی میں نے جنت کی طرح کی کوئی مرغوب و محبوب چیز کہ سوتا ہو اُس کا چاہنے والا (یعنی جنت کا سن کر ہر ایک اس کا طلبگار ہوتا ہے لیکن پھر بھی بہت سے اس کے لیے کوشش سے غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔ اسی طرح جہنم کا سن کر ہر ایک اس سے دُور رہنا چاہتا ہے لیکن پھر بھی بہت سے اس سے بچنے سے غفلت میں پڑے رہتے ہیں)۔

بیس رکعات تراویح.........احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں

﴿ حضرت مولانا منیر احمد صاحب ﴾

سرورِ کائنات ﷺ سے تراویح کے بارے میں پانچ قسم کی حدیثیں مروی ہیں :

(۱) وہ حدیثیں جن میں قیام رمضان کی فضیلت و ترغیب ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قیام رمضان (یعنی تراویح) کی ترغیب دیتے تھے مگر وجوب ولزوم کے طور پر حکم نہ دیتے تھے آپ ﷺ فرماتے جس شخص نے ایمان واخلاص کے ساتھ قیام رمضان کیا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے گئے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کی حدیث میں بھی یہ فضیلت مذکور ہے۔

(۲) وہ احادیث جن میں نبی کریم ﷺ کی رمضان کی راتوں میں کثرتِ عبادت کا ذکر ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ ﷺ رمضان کے ختم ہونے تک اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے۔ نیز فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ رمضان کے اندر عبادت میں وہ محنت کرتے جو غیر رمضان میں نہ کرتے یہ بھی فرماتی ہیں کہ جب ماہ رمضان آتا تو آپ ﷺ کا رنگ متغیر ہو جاتا، نماز زیادہ ہو جاتی اور جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو تہبند کس لیتے اور خود شب بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔

(۳) وہ احادیث جن میں رسول اللہ ﷺ کے مسجد میں تراویح باجماعت پڑھانے کا ذکر ہے مگر ان میں تراویح کی تعداد مذکور نہیں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روزے رکھے آپ نے ہمیں تراویح نہ پڑھائی حتی کہ جب سات راتیں (۲۳ تا ۲۹) باقی رہ گئیں تو آپ نے ہمیں تہائی رات تک نماز پڑھائی جب چھٹی رات ہوئی (یعنی ۲۴ رمضان) تو آپ نے ہمیں نماز نہ پڑھائی اور جب پانچویں رات ہوئی (یعنی ۲۵ رمضان) تو آپ نے ہمیں نماز پڑھائی نصف رات تک۔ جب چوتھی رات ہوئی (یعنی ۲۶ رمضان) تو آپ نے نماز نہ پڑھائی پھر جب تیسری رات ہوئی (یعنی ۲۷ رمضان) تو آپ نے اپنے اہل کو نیز عورتوں اور مردوں کو جگایا آپ نے اتنا لمبا قیام کیا کہ ہمیں سحری کے فوت ہونے کا ڈر ہوا۔ بالفاظ مختلفہ یہ حدیث حضرت عائشہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت نعمان بن بشیرؓ سے بھی مروی ہے۔ ان میں یہ بھی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے تراویح کی جماعت اس لیے ترک کر دی ہے کہ کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے سو اے لوگو تم اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو کیونکہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کی افضل ترین نماز وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے مسجد میں صحابہ کرام کو باجماعت تراویح پڑھتے دیکھا تو فرمایا احسنوا و اصابوا ان لوگوں نے اچھا کیا اور درست کیا۔

(۴) وہ احادیث جن میں نبی پاک ﷺ کے آٹھ رکعت پڑھانے کا ذکر ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک رات آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے نیز حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ابی بن کعبؓ نے رمضان شریف کی ایک رات اپنے گھر میں عورتوں کو آٹھ رکعات پڑھانے کا نبی پاک ﷺ کے سامنے ذکر کیا تو آپ نے کچھ نہ کہا۔ ان دونوں حدیثوں کی سند ایک ہے۔ اس میں عیسٰی بن جاریہ، یعقوب قمی، اور محمد بن حمید رازی تین راوی ضعیف ہیں اور چوتھا راوی جعفر بن محمد مجہول الحال ہے لہٰذا یہ دونوں حدیثیں سنداً ضعیف ہیں۔ علاوہ ازیں چونکہ ان حدیثوں میں تراویح کی صراحت نہیں صرف آٹھ رکعات کا لفظ ہے اس لیے اس میں تین احتمال ہیں: (۱) ممکن ہے یہ آٹھ رکعات تراویح ہوں اور کل تراویح اتنی ہی ہوں (۲) یہ احتمال ہے کہ اس میں صرف ان آٹھ رکعات تراویح کا ذکر ہے جو نبی پاک ﷺ نے باجماعت پڑھائیں جبکہ باقی بارہ رکعات آپ نے اور صحابہ کرام نے انفراداً پڑھیں تو کل تراویح بیس رکعات ہو جائیں گی اس کی تائید حضرت انسؓ کی روایت سے ہوتی ہے جو مسلم میں ہے۔ حضرت انسؓ نے بھی ایک رات تراویح پڑھانے کا ذکر کیا ہے اس میں ہے کہ فصلی صلوة لا یصلیھا عندنا کہ آپ نے باجماعت تراویح پڑھا کر گھر میں جا کر وہ نماز پڑھی جو ہمارے پاس نہ پڑھی تھی چونکہ غیر مقلدین حضرات تراویح سے جدا تہجد کے قائل نہیں ہیں تو ان کو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ گھر میں پڑھی گئی رکعات، تراویح کی بقیہ رکعات ہیں۔ نیز اس احتمال کی تائید ابن عباسؓ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جو آگے آنے والی ہے کہ آپ ﷺ بغیر جماعت کے بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ آٹھ رکعات باجماعت کل تراویح نہ تھی بلکہ وہ رکعات باجماعت تھیں اور بارہ بغیر جماعت کے پڑھی ہوں گی تو کل تراویح بیس رکعات ہوئیں۔ (۳) یہ بھی احتمال ہے کہ یہ آٹھ رکعت نوافل تہجد ہوں اور آپ نے وتر تہجد کے ساتھ پڑھے۔ ان احتمالات کے بعد یہ دونوں حدیثیں اس دعوٰی پر دلیل نہیں بن سکتیں کہ آپ کی کل تراویح آٹھ رکعت تھی۔ ایک اور حدیث میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں (یعنی بارہ ماہ) گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے یہ حدیث اگرچہ سنداً صحیح ہے مگر متن اور مضمون کے لحاظ صحیح نہیں کیونکہ بخاری و مسلم میں خود حضرت عائشہؓ سے نبی پاک ﷺ کی رات والی نماز ۷، ۹، ۱۱، ۱۳ رکعات مروی ہے، اسی اضطراب و تضاد کی وجہ سے مولانا عبدالحی لکھنوی اپنی کتاب تحفۃ الاخیار ص ۱۲۹ میں فرماتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے اور اگر صحت تسلیم کر لیں تو بھی یہ آٹھ تراویح سے زیادہ تراویح کی نفی پر دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس میں ان آٹھ رکعات کے تراویح ہونے کی صراحت نہیں بلکہ ''رمضان وغیر رمضان'' کے الفاظ دلیل ہیں کہ اس میں نماز تہجد کا ذکر ہے، نہ نماز تراویح کا کیونکہ بارہ ماہ تہجد پڑھی جاتی ہے نماز تراویح بارہ ماہ نہیں پڑھی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر محدثین حضرات اس حدیث کو تہجد کے باب میں لاتے ہیں۔ البتہ بعض محدثین نے قیامِ رمضان کے باب میں اس کو اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ لوگ رمضان میں تراویح پر اکتفا کر کے تہجد

ترک نہ کردیں بلکہ تہجد بھی پڑھیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے عشاء کے بعد تراویح پڑھنے والے نمازیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تم یہ نماز (یعنی تراویح) پڑھ رہے ہو اس سے وہ نماز افضل ہے جس سے تم لوگ سو جاتے ہو یعنی اخیر رات میں نمازِ تہجد اس سے آپ کا مقصد تراویح کے ساتھ تہجد کی ترغیب دینا تھا۔ پس حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث رمضان کے قرینہ سے تہجد پر محمول ہے۔ البتہ بعض حضرات نے غلط فہمی کی بناء پر اس کو تراویح سے جوڑ دیا ہے لیکن انہوں نے اس قرینہ کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور اگر بالفرض والمحال اس حدیث کا تعلق تراویح کے ساتھ ہو تو اس میں صرف آٹھ رکعات باجماعت کا ذکر ہے کل تراویح کا ذکر نہیں یعنی رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو باجماعت تراویح صرف آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے ہیں باقی ان آٹھ رکعات اور وتر سے پہلے یا ان کے بعد انفراداً پڑھتے ہوں گے یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب تراویح باجماعت کا عمل شروع کیا تو پہلے صرف اتنی رکعات باجماعت شروع کرائیں جن کی جماعت نبی پاک ﷺ سے ثابت تھی یعنی گیارہ رکعات لیکن جب یہ طریقہ بہت ہی پسند آیا تو بعد میں بیس تراویح اور تین وتر باجماعت شروع کرا دیئے، جب اس روایت میں بھی اتنے احتمالات ہیں تو یہ حدیث بھی اس مدعیٰ کو ثابت نہیں کر سکتی کہ کل تراویح آٹھ رکعت ہے اور اس سے زیادہ خلاف سنت ہے، یہ بھی واضح رہے کہ جن فقہاء و شارحین حدیث نے آٹھ رکعات تراویح کو سنت لکھا ہے اس سے ان کی مراد کل تراویح نہیں بلکہ باجماعت رکعات تراویح جو نبی پاک ﷺ سے ثابت ہیں وہ آٹھ رکعات ہیں اس کا قرینہ یہ ہے کہ یہ سب فقہاء و شراح رکعات تراویح کی تعداد بیس لکھتے ہیں۔ جب ان احادیث میں یہ احتمالات ہیں تو تراویح کی تعداد کا ان سے ثبوت نہ ہو سکا لہٰذا اب کوئی اور حدیث تلاش کرنی چاہیے جس میں تراویح کی تعداد مذکور ہو اور ان رکعات کا تراویح ہونا متعین ہو وہ ملاحظہ کیجیے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعات اور وتر پڑھا کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ) اور سنن بیہقی میں یہ بھی ہے کہ آپ یہ بیس رکعات اور وتر بغیر جماعت کے پڑھتے تھے چونکہ کسی فقیہ و محدث کے نزدیک بیس رکعات تہجد نہیں ہوتی تہجد کی رکعات تین وتر سمیت ۵، ۷، ۹، ۱۱، ۱۳ ہیں اس سے زیادہ نہیں لہٰذا ان بیس رکعات کا تراویح ہونا متعین ہے اور محدثین کا اصول یہ ہے کہ خواہ کوئی حدیث سنداً ضعیف ہو مگر جب اس کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے یعنی جب اس حدیث کو علم و عمل کے اعتبار سے صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور مجتہدین و فقہاء امتؒ کے ہاں شرفِ قبولیت حاصل ہو جائے تو اس عملی تواتر و تعامل اور اجماعِ امت کی وجہ سے وہ حدیث متواتر شمار ہوتی ہے اس کے ثبوت پر عملی تواتر، اجماعِ امت اور تلقی بالقبول اتنی قوی و مضبوط دلیل ہوتی ہے کہ اس کے بعد اس کے ثبوت کے لیے سند کی ضرورت ہی نہیں رہتی جیسا کہ چودھویں کا چاند اور دوپہر کا سورج اپنے ثبوت میں گواہی کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ چاند و سورج کی روشنی جو پورے جہان کو روشن کرتی ہے اور ہر سو پھیلی ہوئی ہوتی ہے وہی چاند و سورج کے ثبوت کے

لیے کافی ہے اسی طرح جس حدیث پر عملی تواتر وتعامل ہو اور اس پر عمل کی روشنی ہر جگہ موجود ہو تو اُمت میں پھیلا ہوا عمل اور علم وعمل کے لحاظ سے قبول عندالامت ہی اس کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔ ثبوت کی اتنی قوی مضبوط دلیل کے بعد متواتر حدیث کو رجال سند کی گواہی کا محتاج بنانا اور اس کے بغیر متواتر حدیث کا اعتبار نہ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی ڈگری کی سند کے معتبر ہونے کے لیے پرنسپل اور صدر مدرس کے دستخطوں کے بعد چپڑاسی کے دستخط کو ضروری سمجھے۔ محدثین کا یہ اصول نظم الدرر للسیوطی۔ شرح الفیۃ الحدیث للسخاوی۔ تدریب الراوی ص ۱۵ اور غیر مقلدین کی کتب میں سے رسول اکرم کی نماز ص ۹ مؤلفہ مولانا محمد اسماعیل سلفی، الروضۃ الندیہ ص ۵ مولفہ نواب صدیق حسن خان، مجموعہ رسائل بہاولپوری ص ۲۴۶، رسالہ مسئلہ رفع یدین ملاحظہ فرمائیں۔ پروفیسر عبداللہ بہاولپوری لکھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ جب کوئی روایت حد تواتر کو پہنچ جائے تو پھر چھانٹ چھٹائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ رویت ہلال کے معاملہ کو دیکھیں ایک دو دیکھیں تو شہادت لی جاتی ہے دیکھنے والوں کی عدالت وثقاہت دیکھی جاتی ہے اگر جمِ غفیر دیکھے تو پھر جانچ پڑتال کی ضرورت نہیں ہوتی۔

بیس تراویح پر عملی تواتر اور اجماعِ اُمت :

بیس تراویح پر تعامل، عملی تواتر اور اجماعِ صحابہ واجماعِ اُمت کے دلائل ملاحظہ ہوں :

(۱) جامعہ ام القریٰ مکہ المکرمہ کے پروفیسر فضیلۃ الشیخ جناب محمد علی الصابونی اپنے رسالہ الہدی النبوی الصحیح فی صلاۃ التراویح (نمازِ تراویح کا صحیح نبوی طریقہ) کے ص ۱۴۴ پر لکھتے ہیں خلاصہ بحث یہ ہے کہ بے شک آج مشرق و مغرب میں جو مسلمان بیس تراویح کا عمل کر رہے ہیں وہی حق ہے دلائل سے یہی ثابت ہے اس پر بڑے بڑے آئمہ کا اجماع ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر اس زمانہ تک اس پر پوری ملتِ اسلامیہ متفق ہے نیز بیس تراویح کا طریقہ، طریقہ نبوت کے بھی موافق ہے اھ۔ اور ص ۷۶ تا ۷۸ پر لکھتے ہیں اللہ کی قسم میں بیس سال سے مکہ مکرمہ میں زندگی گزار رہا ہوں، ہم ہر رمضان میں مسجد حرام میں امام کے پیچھے بیس تراویح پڑھتے ہیں جبکہ حجاز اور عالمِ اسلام کے مختلف اطراف کے بڑے بڑے علماء بھی اسی طرح بیس تراویح امام کے پیچھے پڑھتے ہیں اور آج تک اس پر کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا پس یہ اس بات پر دلیل ہے کہ بیس تراویح باجماعت شریعت میں ثابت ہیں اور یہی طریقہ افضل ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اتباع کی وجہ سے۔ پھر مشرق ومغرب میں مسلمانوں کی بڑی بڑی مساجد میں بھی بیس تراویح پڑھی جاتی ہیں کیا یہ سب لوگ جاہل اور گمراہ ہیں؟ جیسا کہ بعض سلفی لوگوں کا خیال ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت کس طرح گمراہی پر جمع ہوسکتی ہے جبکہ صادق ومصدوق پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں میری اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی اھ۔

(۲) مسجد نبوی کے مدرس اور سعودی حکومت کے وزیر مملکت پروفیسر عطیہ محمد سالم اپنے رسالہ التراویح اکثر من

الف عام فی مسجد النبی ﷺ (ہزار سال سے زیادہ زمانہ کی تاریخ تراویح مسجد نبوی میں) میں لکھتے ہیں پہلی صدی میں حضرات صحابہ کرام مسجد نبوی میں بیس تراویح پڑھتے تھے (ص۴۲) پھر دوسری صدی میں ۳۶ رکعات اور تین وتر ادا کیے جاتے تھے (ص ۵۸)۔ (ان ۳۶ رکعات میں سے تراویح بیس رکعات ہیں۔ چونکہ اہلِ مدینہ تراویح کے چار وقفوں میں سے ہر وقفہ میں چار نفل پڑھتے تھے یہ ۱۶ نوافل اور بیس تراویح ملا کر ۳۶ رکعات بنتی ہیں۔ ناقل) چوتھی، پانچویں چھٹی، ساتویں صدی میں پھر سے بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی تھی (ص۲۰ تا ۲۲) آٹھویں صدی تا تیرھویں صدی میں یہ معمول رہا کہ عشاء کے بعد بیس تراویح پڑھتے اور رات کے اخیر میں سولہ رکعات نوافل پڑھتے تھے اور قرآن کریم کے دو ختم کرتے تھے ایک تراویح میں دوسرا سولہ نوافل میں (ص۱۶ تا ۸۲) جب ۱۳۴۴ھ میں سعودی حکومت قائم ہوئی تو حسبِ سابق عشاء کے بعد بیس تراویح کا عمل قائم رکھا گیا جیسا کہ تمام بلادِ اسلام میں اسی پر عمل ہے البتہ اخیر رات میں سولہ رکعات کی جگہ صرف آخری عشرہ میں دس رکعات تہجد کا عمل جاری کیا گیا اور قرآنِ کریم کا ایک ختم بیس تراویح میں دوسرا آخری عشرہ کے اندر دس رکعت تہجد میں کیا جاتا اور اب تک یہی عمل جاری ہے، اگرچہ عملی تواتر اور اجماعِ اُمت کے ثبوت کے لیے چودہ صدیوں کا حرمین شریفین کا عمل ہی کافی ہے تاہم کچھ مزید دلائل بھی پیش کیے جاتے ہیں۔

(۳) المغنی لابن قدامہ بدایۃ المجتہد، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب بھی بیس رکعات لکھا ہے البتہ امام مالکؒ نے بیس تراویح کے ساتھ چار وقفوں کے سولہ نوافل ملا کر ۳۶ رکعات کا قول بھی پیش کیا ہے۔ پس ائمہ اربعہ بھی بیس تراویح پر متفق ہیں اور ائمہ اربعہ کا کسی مسئلہ پر اتفاق اجماعِ اُمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

(۴) امام بیہقی سنن بیہقی میں، علامہ قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اولاً گیارہ رکعت باجماعت کا حکم دیا پھر انتہاءً بیس تراویح اور تین وتر باجماعت کر دیئے پھر یہی عمل پختہ ہوگیا۔ علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں، علامہ انور شاہ عرف الشذی میں، ملا علی قاری مکی مرقات میں، علامہ مرتضی زبیدی اتحاف السادہ میں، ابن قدامہ المغنی میں، علامہ ابن نجیم مصری البحر الرائق میں، علامہ شامی ردالمحتار میں، علامہ کاسانی البدائع والصنائع میں وغیرہ علماءِ حق اس اجماعِ صحابہ واجماعِ اُمت کی صراحت کرتے ہیں۔ پس حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مذکورہ بالا حدیث اجماعِ صحابہ، اجماعِ اُمت تواترِ عملی کی وجہ سے حدیث متواتر ہے جو صحت حدیث کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے نیز نبی پاک ﷺ کی رمضان میں بالخصوص آخری عشرہ میں کثرت عبادت بھی اس کی صحت پر دلالت کرتی ہے اس لیے بیس تراویح کا انکار اجماعِ صحابہ، اجماعِ اُمت امت کے متواتر عمل اور احادیث صحیحہ وسنت نبویہ کا انکار اور صراطِ مستقیم سے انحراف ہے۔

☆☆☆

دینی مسائل

﴿ جماعت کا بیان ﴾

جماعت کم سے کم دو آدمیوں کے مل کر نماز پڑھنے کو کہتے ہیں اس طرح کہ ان میں ایک شخص تابع ہو اور دوسرا متبوع۔ متبوع کو امام اور تابع کو مقتدی کہتے ہیں۔

مسئلہ : جماعت سے نماز پڑھنا مردوں کے لیے اکثر کے نزدیک واجب ہے اور بعض کے نزدیک سنت موکدہ ہے لیکن ایسی سنت موکدہ جس کی تاکید واجب کے قریب ہے۔

مسئلہ : امام کے سوا ایک آدمی کے نماز میں شریک ہو جانے سے جماعت ہو جاتی ہے خواہ وہ آدمی مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آزاد، بالغ ہو یا سمجھدار نابالغ بچہ۔

البتہ جمعہ وعیدین کی نماز میں امام کے علاوہ کم سے کم تین آدمیوں کے بغیر جماعت نہیں ہوتی۔

مسئلہ : جماعت کے ہونے میں یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ فرض نماز ہو بلکہ اگر نفل بھی دو آدمی اسی طرح ایک دوسرے کے تابع ہو کر پڑھیں تو جماعت ہو جائے گی خواہ امام اور مقتدی دونوں نفل پڑھتے ہوں یا مقتدی نفل پڑھتا ہو۔ البتہ نفل کی جماعت کا عادی ہونا یا تین مقتدیوں سے زیادہ ہونا مکروہ ہے۔

جماعت کن لوگوں پر واجب ہے :

ان عاقل بالغ آزاد مردوں پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے جن کو کوئی عذر نہ ہو اور وہ کسی حرج اور مشقت کے بغیر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر قادر ہوں۔

ترکِ جماعت کے عذر :

(۱) مسجد کے راستہ میں سخت کیچڑ ہو کہ چلنا سخت دشوار ہو۔

(۲) بارش بہت زور سے برستی ہو۔

تنبیہ: جب تک بارش اور کیچڑ کے باوجود مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھ سکتا ہو تو جماعت سے نماز پڑھنے کی ہمت کرنی چاہیے۔

(۳) سخت سردی ہو کہ باہر نکلنے یا مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہو جانے کا یا بڑھ جانے کا خوف ہو۔

(۴) مسجد جانے میں مال واسباب کے چوری ہو جانے کا خوف ہو۔

(۵) مسجد جانے میں کسی دُشمن کے مل جانے کا خوف ہو۔

(۶) مسجد جانے میں کسی قرض خواہ کے مل جانے کا خوف ہو اور اس سے تکلیف پہنچنے کا خوف ہو بشرطیکہ اس کے قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔

(۷) اندھیری رات ہو کہ راستہ دکھائی نہ دیتا ہو لیکن اگر روشنی کا سامان خدا نے دیا ہو تو جماعت نہ چھوڑنی چاہیے۔

(۸) رات کا وقت ہو اور بہت سخت آندھی چلتی ہو۔

(۹) کسی مریض کی تیمارداری کرتا ہو کہ اس کے جماعت میں چلے جانے سے اس مریض کی تکلیف یا وحشت کا خوف ہو۔

(۱۰) کھانا تیار ہو یا تیاری کے قریب ہو اور بھوک ایسی لگی ہو کہ نماز میں جی نہ لگنے کا خوف ہو۔

(۱۱) پیشاب یا پاخانہ زور کا معلوم ہوتا ہو۔

(۱۲) کوئی ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے یا نابینا ہو یا لنجا ہو یا کوئی پیر کٹا ہوا ہو لیکن جو نابینا بے تکلف مسجد تک پہنچ سکے اس کو ترک جماعت نہ چاہیے۔

(۱۳) سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور خوف ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی قافلہ نکل جائے گا یا ریل چل دے گی اور دوسری ریل پکڑنا یا تو ممکن نہیں یا اس میں سخت حرج ہے۔

تنبیہ: خود سفر ترک جماعت کے لیے عذر نہیں بلکہ جو سفر میں ہوں وہ خود جماعت کا اہتمام کریں۔

امامت کے صحیح ہونے کی شرطیں :

(۱) مسلمان ہو، کافر کی امامت صحیح نہیں۔

(۲) بالغ ہو، نابالغ کی امامت جب کہ اس کے پیچھے بالغ مقتدی ہوں صحیح نہیں۔ البتہ جو لڑکا ابھی بالغ نہ ہوا ہو اور اس کی عمر پندرہ سال ہو چکی ہو وہ تراویح کی جماعت کرا سکتا ہے۔

(۳) عاقل ہو، مست یا بے ہوش یا دیوانے کی امامت صحیح نہیں۔

(۴) مرد ہو، اگر عورت امام ہو اور اس کے پیچھے مرد مقتدی ہوں تو ان کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ اور اگر عورت کے پیچھے مقتدی صرف عورتیں ہو تو یہ جماعت مکروہ تحریمی ہے۔

اقتداء کے صحیح ہونے کی شرطیں :

(۱) مقتدی کو نماز کی نیت کے ساتھ امام کی اقتداء کی نیت بھی کرنا چاہیے یعنی یہ ارادہ دل میں کرے کہ میں اس

امام کے پیچھے فلاں نماز پڑھتا ہوں۔

(۲) امام اور مقتدی دونوں کے مکان کا ایک ہونا خواہ حقیقت میں ایک ہوں جیسے دونوں ایک ہی مسجد یا ایک ہی گھر میں کھڑے ہوں جبکہ وہ مسجد یا گھر بہت بڑے نہ ہوں یا حکم میں ایک ہوں جیسے کسی دریا کے پل پر اور آر پار جماعت قائم کی جائے اور امام پل کے اس پار ہو مگر درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوں تو اس صورت میں اگرچہ امام کے اور ان مقتدیوں کے درمیان میں جو پل کے دوسری طرف ہیں دریا حائل ہے اور اس وجہ سے دونوں کا مکان حقیقت میں ایک نہیں مگر چونکہ درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوئی ہیں اس لیے دونوں کا مکان حکماً متحد اور ایک سمجھا جائے گا اور اقتداء صحیح ہو جائے گی۔

مسئلہ : اگر مقتدی مسجد کی چھت پر کھڑا ہو اور امام مسجد کے اندر تو درست ہے اس لیے کہ مسجد کی چھت مسجد کے حکم میں ہے اور یہ دونوں مکان حکماً متحد سمجھے جائیں گے۔ اسی طرح اگر کسی کی چھت مسجد سے متصل ہو اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو وہ بھی حکماً مسجد سے متحد سمجھی جائے گی اور اس کے اوپر کھڑے ہو کر اس امام کی اقتداء کرنا جو مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے درست ہے۔

مسئلہ : اگر مسجد بہت ہی بڑی ہو اور اسی طرح اگر گھر بہت بڑا ہو یا جنگل ہو اور امام اور مقتدی کے درمیان اتنی جگہ خالی ہو کہ جس میں دو صفیں ہو سکیں تو یہ دونوں مقام یعنی جہاں مقتدی کھڑا ہے اور جہاں امام ہے مختلف سمجھے جائیں گے اور اقتداء درست نہ ہوگی۔

مسئلہ : اسی طرح اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی نہر ہو جس میں ناؤ وغیرہ چل سکے یا کوئی اتنا بڑا حوض ہو جس کی طہارت کا حکم شریعت نے دیا ہو یا کوئی عام گلی ہو جس میں بیل گاڑی یا اُونٹ وغیرہ نکل سکے اور درمیان میں صفیں نہ ہوں تو وہ دونوں متحد نہ سمجھے جائیں گے اور اقتداء درست نہ ہوگی۔ البتہ جو راستہ اتنا تنگ ہو کہ اس کی چوڑائی میں اُونٹ نہ آ سکے تو وہ اقتداء سے مانع نہیں۔

مسئلہ : اگر دو صفوں کے درمیان میں کوئی ایسی نہر یا ایسا رہ گزر واقع ہو جائے تو اس صف کی اقتداء درست نہ ہوگی۔ البتہ جو راستہ اتنا تنگ ہو کہ اس کی چوڑائی میں اُونٹ نہ آ سکے تو وہ اقتداء سے مانع نہیں۔

مسئلہ : اگر دو صفوں کے درمیان میں کوئی ایسی نہر یا ایسا رہ گزر واقع ہو جائے تو اس صف کی اقتداء درست نہ ہوگی جو ان چیزوں کے اس پار ہے۔

مسئلہ : پیادے کی اقتداء سوار کے پیچھے یا ایک سوار کی دوسرے سوار کے پیچھے صحیح نہیں اس لیے کہ دونوں کے مکان متحد نہیں۔ ہاں اگر ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں تو درست ہے۔

(۳) مقتدی اور امام دونوں کی نماز کا مغائر نہ ہونا۔ اگر مقتدی کی نماز امام کی نماز سے مغائر ہوگی تو اقتداء

درست نہ ہوگی۔ مثلاً امام ظہر کی نماز پڑھتا ہو اور مقتدی عصر کی نماز کی نیت کرے یا امام کل کی ظہر کی نماز پڑھتا ہو اور مقتدی آج کی ظہر کی۔ ہاں اگر دونوں کل کی ظہر کی قضا پڑھتے ہوں یا دونوں آج ہی کی ظہر کی قضا پڑھتے ہوں تو درست ہے۔ البتہ اگر امام فرض پڑھتا ہو اور مقتدی نفل پڑھتا ہو تو اقتداء صحیح ہے اس لیے کہ امام کی نماز قوی ہے۔

مسئلہ : مقتدی اگر تراویح پڑھنا چاہے اور امام نفل پڑھتا ہو تب بھی اقتداء صحیح نہ ہوگی کیونکہ امام کی نماز ضعیف ہے۔

(۴) امام کی نماز کا صحیح ہونا۔ اگر امام کی نماز فاسد ہوگی تو سب مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی خواہ یہ فساد نماز ختم ہونے سے پہلے معلوم ہو جائے یا ختم ہونے کے بعد۔ مثلاً امام کے کپڑوں میں نجاستِ غلیظہ معاف مقدار سے زیادہ تھی اور نماز ختم ہونے کے بعد یا نماز کے دوران میں معلوم ہوئی یا امام کو وضو نہ تھا اور نماز کے بعد یا اثنائے نماز میں اس کو خیال آیا۔

مسئلہ : امام کی نماز اگر کسی وجہ سے فاسد ہوگئی ہو اور مقتدیوں کو معلوم نہ ہو تو امام پر ضروری ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کو حتی الامکان اس کی اطلاع کرے تاکہ وہ لوگ اپنی نمازوں کا اعادہ کرلیں خواہ اطلاع آدمی کے ذریعہ سے کی جائے یا خط کے ذریعہ سے۔

(۵) مقتدی کا امام کے آگے نہ کھڑا ہونا پھر خواہ برابر کھڑا ہو یا پیچھے۔ اگر مقتدی امام سے آگے کھڑا ہو تو اس کی اقتداء درست نہ ہوگی۔ امام سے آگے کھڑا ہونا اس وقت سمجھا جائے گا جب مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو جائے۔ اگر ایڑی آگے نہ ہو اور انگلیاں آگے بڑھ جائیں خواہ پیر کے بڑے ہونے کے سبب سے یا انگلیوں کے لمبے ہونے کی وجہ سے تو یہ آگے کھڑا ہونا نہ سمجھا جائے گا اور اقتداء درست ہوگی۔

(۶) مقتدی کو امام کے انتقالات کا مثل رکوع، قومے، سجدے، قعدے وغیرہ کا علم ہونا خواہ امام کو دیکھ کر یا کسی مکبر (تکبیر کہنے والے) کی آواز سن کر یا کسی مقتدی کو دیکھ کر۔ اگر مقتدی کو امام کے انتقالات کا علم نہ ہو خواہ کسی چیز کے حائل ہو جانے کے سبب سے یا اور کسی وجہ سے تو اقتداء صحیح نہ ہوگی اور اگر کوئی حائل مثل پردے یا دیوار وغیرہ کے ہو مگر امام کے انتقالات معلوم ہوتے ہوں اگرچہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ ہوں تو اقتداء درست۔

مسئلہ : اگر امام کا مسافر یا مقیم ہونا معلوم نہ ہو لیکن قرائن سے اس کے مقیم ہونے کا خیال ہو بشرطیکہ وہ شہر یا گاؤں کے اندر ہو اور مسافر کی سی نماز پڑھائے یعنی چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دے اور مقتدی کو اس سلام سے امام کے متعلق سہو کا شبہہ ہو تو اس مقتدی کو اپنی چار رکعت پوری کر لینے کے بعد امام کی حالت کی تحقیق کرنا واجب ہے کہ امام کو سہو ہوا یا وہ مسافر تھا۔ اگر تحقیق سے مسافر ہونا معلوم ہوا تو نماز صحیح ہوگئی اور اگر سہو کا ہونا محقق ہوا تو نماز کا اعادہ کرے۔

مسئلہ : اگر امام کے متعلق مقیم ہونے کا خیال ہے مگر وہ نماز شہر یا گاؤں میں نہیں پڑھا رہا بلکہ شہر یا گاؤں سے

باہر پڑھا رہا ہے اور اس نے چار رکعت والی نماز میں مسافر کی سی نماز پڑھائی اور مقتدی کو امام کے سہو کا شبہہ ہوا تو اس صورت میں بھی مقتدی چار رکعت پوری کرے اور بعد نماز کے امام کا حال معلوم کرے تو اچھا ہے۔ اگر معلوم نہ کرے تو نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ بستی سے باہر امام کا مسافر ہونا ہی ظاہر ہے۔ اسی طرح اگر امام چار رکعت والی نماز بستی میں یا جنگل میں پڑھائے اور کسی مقتدی کو اس کے متعلق مسافر ہونے کا شبہہ ہو لیکن امام نے پوری چار رکعت پڑھائیں تب بھی نماز کے بعد مقتدی کو امام کے بارے میں تحقیق حال کرنا واجب نہیں کیونکہ اصل یہی ہے کہ آدمی مسافر نہ ہو۔

(۷) مقتدی کو تمام ارکان میں سوائے قرأت کے امام کا شریک رہنا خواہ امام کے ساتھ ادا کرے یا اس کے بعد یا اس سے پہلے بشرطیکہ اسی رکن کے اخیر تک امام اس کا شریک ہو جائے۔ پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ امام کے ساتھ ہی رکوع وسجدہ وغیرہ کرے۔ دوسری صورت کی مثال امام رکوع کر کے کھڑا ہو جائے اس کے بعد مقتدی رکوع کرے۔ تیسری صورت کی مثال یہ ہے کہ امام سے پہلے رکوع کرے مگر رکوع میں اتنی دیر تک رہے کہ امام کا رکوع اس سے مل جائے۔

مسئلہ : اگر کسی رکن میں امام کے ساتھ شرکت نہ کی جائے مثلاً امام رکوع کرے اور مقتدی رکوع نہ کرے یا امام دو سجدے کرے اور مقتدی ایک ہی سجدہ کرے یا کسی رکن کی ابتداء اس امام سے پہلے کی جائے اور اخیر تک امام اس میں شریک نہ ہو مثلاً مقتدی امام سے پہلے رکوع میں جائے اور قبل اس کے کہ امام رکوع میں جائے مقتدی کھڑا ہو جائے تو ان دونوں صورت میں اقتداء درست نہ ہوگی۔

(۸) امام کا واجب الانفراد نہ ہونا یعنی ایسے شخص کے پیچھے اقتداء درست نہیں جس کا اس وقت منفرد رہنا ضروری ہے جیسے کہ مسبوق کہ اس کو امام کی نماز ختم ہو جانے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کا تنہا پڑھنا ضروری ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی مسبوق کی اقتداء کرے تو درست نہ ہوگی۔

(۹) امام کو کسی کا مقتدی نہ ہونا یعنی ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے جو خود کسی کا مقتدی ہو خواہ حقیقتاً جیسے مدرک یا حکماً جیسے لاحق اپنی ان رکعتوں میں جو امام کے ساتھ اس کو نہیں ملیں مقتدی کا حکم رکھتا ہے۔

(۱۰) مقتدی کی حالت کا امام سے کم یا برابر ہونا۔

مسئلہ : قیام کرنے والے کی اقتداء قیام سے عاجز کے پیچھے درست ہے۔ شرع میں معذور کا قعود بمنزلہ قیام کے ہے۔

مسئلہ : تیمم کرنے والے کے پیچھے خواہ وضو کا ہو یا غسل کا وضو اور غسل کرنے والے کی اقتداء درست ہے اس لیے کہ تیمم، وضو اور غسل کا حکم طہارت میں یکساں ہے۔ کوئی کسی سے کم زیادہ نہیں۔

مسئلہ : مسح کرنے والے کے پیچھے خواہ موزوں پر کرتا ہو یا پٹی پر دھونے والے کی اقتداء درست ہے اس لیے کہ مسح کرنا اور دھونا دونوں ایک ہی درجہ کی طہارت ہیں۔

مسئلہ : معذور کی اقتداء معذور کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ دونوں ایک ہی عذر میں مبتلا ہوں۔ مثلاً دونوں کو سلسل البول ہو یا دونوں کو خروجِ ریح کا مرض ہو۔

مسئلہ : اُمی کی اقتداء اُمی کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ مقتدیوں میں کوئی قاری نہ ہو اور اُمی وہ شخص ہوتا ہے جو فرض قرأت کی مقدار یعنی قرآن مجید کی ایک آیت زبانی نہ پڑھ سکتا ہو اور قاری سے مراد وہ شخص ہے جو فرض قرأت کی مقدار زبانی پڑھ سکے۔

مسئلہ : عورت یا نابالغ کی اقتداء بالغ مرد کے پیچھے درست ہے۔

مسئلہ : عورت کی اقتداء عورت کے پیچھے درست ہے۔

مسئلہ : نابالغ عورت یا بالغ مرد کی اقتداء نابالغ مرد کے پیچھے درست ہے۔

مسئلہ : نفل پڑھنے والے کی اقتداء واجب پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ مثلاً کوئی ظہر کی نماز پڑھ چکا ہو اور وہ کسی ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے۔

مسئلہ : نفل پڑھنے والے کی اقتداء نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔

مسئلہ : قسم کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے اس لیے کہ قسم کی نماز بھی فی نفسہ نفل ہے۔ یعنی ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں گا اور پھر کسی نفل پڑھنے والے کے پیچھے اس نے دو رکعت نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائیگی اور قسم پوری ہو جائے گی۔ نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ دونوں کی نذر ایک ہو مثلاً ایک شخص کی نذر کے بعد دوسرا شخص کہے کہ میں نے بھی اس چیز کی نذر کی جس کی فلاں شخص نے نذر کی ہے اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ ایک نے دو رکعت کی مثلاً الگ نذر کی اور دوسرے نے الگ تو چونکہ ہر ایک کی نذر جدا جدا ہے اس لیے ہر ایک کی نماز بھی جدا جدا ہوئی۔ اس وجہ سے ان میں سے کسی ایک کو دوسرے کو اقتداء درست نہیں۔

تنبیہ : وہ صورتیں جن میں مقتدی کی حالت امام سے زیادہ قوی ہو خواہ یقیناً خواہ احتمالاً اور اقتداء درست نہ ہوگی۔

مسئلہ : بالغ کی اقتداء خواہ مرد ہو یا عورت نابالغ کے پیچھے درست نہیں۔

مسئلہ : مرد کی اقتداء خواہ بالغ ہو یا نابالغ عورت کے پیچھے درست نہیں۔

مسئلہ : خنثیٰ کی اقتداء عورت کے پیچھے درست نہیں اس خیال سے کہ شاید وہ خنثیٰ مرد ہو۔

مسئلہ : ہوش و حواس والے کی اقتداء مجنون، مست، بے ہوش اور بے عقل کے پیچھے درست نہیں۔

مسئلہ : طاہر کی اقتداء معذور کے پیچھے مثل اس شخص کے جس کو سلسل البول وغیرہ کی شکایت ہو درست نہیں۔

مسئلہ : ایک عذر والے کی اقتداء دو عذر والے کے پیچھے درست نہیں مثلاً کسی کو خروج ریح کا مرض ہو اور وہ ایسے شخص کی اقتداء کرے جس کو خروج ریح اور سلس البول دو بیماریاں ہوں۔

مسئلہ : ایک طرح کے عذر والے کی اقتداء دوسری طرح کے عذر والے کے پیچھے درست نہیں۔ مثلاً سلس البول والا ایسے شخص کی اقتداء کرے جس کو نکسیر بہنے کی شکایت ہو۔

مسئلہ : قاری کی اقتداء اُمی کے پیچھے درست نہیں اور قاری وہ کہلاتا ہے جس کو اتنا قرآن صحیح یاد ہو جس سے نماز ہو جاتی ہے اور اُمی وہ جس کو اتنا بھی یاد نہ ہو۔

مسئلہ : اُمی کی اقتداء اُمی کے پیچھے جب کہ مقتدیوں میں کوئی قاری موجود ہو درست نہیں کیونکہ اس صورت میں اس اُمی امام کی نماز فاسد ہو جائے گی اور جب امام کی نماز فاسد ہوگئی تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی جن میں وہ اُمی مقتدی بھی ہے۔

مسئلہ : اُمی کی اقتداء گونگے کے پیچھے درست نہیں اس لیے کہ اُمی اگرچہ بالفعل قراءت نہیں کر سکتا مگر قادر تو ہے اس وجہ سے کہ وہ قراءت سیکھ سکتا ہے۔ گونگے میں تو یہ قدرت بھی نہیں۔

مسئلہ : جس شخص کا جسم جس قدر ڈھانکنا فرض ہے چھپا ہوا اس کی اقتداء برہنہ کے پیچھے درست نہیں۔

مسئلہ : رکوع وسجود کرنے والے کی اقتداء ان دونوں سے عاجز کے پیچھے درست نہیں اور اگر کوئی شخص صرف سجدے سے عاجز ہو، اس کے پیچھے بھی اقتداء درست نہیں۔

مسئلہ : نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء نفل کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں اسلیے کہ نذر کی نماز واجب ہے۔

مسئلہ : نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء قسم کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں مثلاً اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں آج چار رکعت پڑھوں گا اور کسی نے چار رکعت نماز کی نذر کی۔ نذر کی نماز واجب ہے اور قسم کی نماز نفل ہے کیونکہ قسم کو پورا کرنا واجب ہی نہیں ہوتا بلکہ اس میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نماز نہ پڑھے اس کی جگہ قسم کا کفارہ دیدے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس کام کی قسم کھائی ہے اگر وہ کام اصل سے فرض یا واجب ہے تب تو قسم کو پورا کرنا متعین ہے۔ اور اگر وہ گناہ ہے تو قسم توڑنا اور کفارہ دینا متعین ہے۔ اور اگر نہ فرض و واجب ہے اور نہ ہی گناہ ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس کا کرنا بہتر ہے تو قسم کو پورا کرنا افضل ہوگا اور اگر نہ کرنا بہتر ہے تو قسم توڑنا بہتر ہوگا اور اگر دونوں برابر ہیں تو قسم پورا کرنا اولیٰ ہے۔ غرض جس کام پر قسم کھائی جائے اُس کو پورا کرنا بہر صورت واجب نہیں ہو جاتا۔ اس لیے اگر نفلی نماز کے لیے قسم کھالی تو وہ واجب نہیں ہوئی۔ (باقی صفحہ ۵۹ پر)

ایک اہم اعلان

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور جامعہ مدنیہ قدیم و جامعہ مدنیہ جدید کی سرپرستی میں

fahmedeen.com

کے نام سے انٹرنیٹ (Internet) پر ایک ویب سائٹ جاری کی گئی ہے۔ اس ویب سائٹ پر آپ کو مختلف پروگرام ملیں گے :

۱۔ عقائد، اصول اور مسائل کے اہم موضوعات پر تفصیل

۲۔ تفسیر اور حدیث کے اہم اقتباسات

۳۔ موجودہ وقت کے ضروری مسائل

مندرجہ بالا تینوں پروگرام کے کچھ حصے Upload ہو چکے ہیں اور باقی پر کام جاری ہے۔ جتنا کام ہو چکا ہے لوگ اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

۴۔ آپ کا سوال ہمارا جواب

اس کے لیے ہمارا نیا ای میل ایڈریس یہ ہے fatwa@fahmedeen.com

جبکہ fatwa_abdulwahid1@hotmail.com پر آپ کے سوالات کا جواب دینے کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے۔

۵۔ ہمارا ارادہ ہے کہ Internet پر ''فہمِ دین کورس'' باقاعدہ کرایا بھی جائے اس کے لیے ضروری کام کیا جا رہا ہے انشاء اللہ جلد شروع کریں گے۔

یاد رکھیے! جامعہ مدنیہ (قدیم وجدید) علمی اعتبار سے ایک مستند اور معیاری ادارہ ہے اور انٹرنیٹ یا ای میل پر اس کی کسی بھی پیشکش کو آپ انشاء اللہ معیار اور استناد میں مضبوط ہی پائیں گے۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کیجیے

۱۔ مولانا سید محمود میاں صاحب "جامعہ مدنیہ جدید" محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

فون : +92-333-4249301 , +92-42-7726702

jmj786_56@hotmail.com

۲۔ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب "جامعہ مدنیہ" کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون : +92-300-4113082 , +92-42-7461854

fatwa_abdulwahid1@hotmail.Com

☆☆☆

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

نفیس بُک بائنڈرز

ہمارے یہاں "ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد" بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی "بکس والی جلد" بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں روٹا مشین پر "کلر پرنٹنگ" (ٹائٹل وغیرہ کی چھپائی) کا کام بھی دیدہ زیب اور بازار سے رعایتی نرخ پر کیا جاتا ہے۔

مناسب نرخ پر معیاری جلد سازی اور طباعت کے لیے رجوع فرمائیں

6/16 ٹیپ روڈ نزد مین گیٹ گھوڑا ہسپتال لاہور

فون نمبر: 042-7322408 موبائل نمبر: 0300-9464017 0300-4293479

وفیات

گزشتہ ماہ ۶ راکتوبر ملتِ اسلامیہ کے صدر اور قومی اسمبلی کے ممبر مولانا محمد اعظم طارق صاحب کو راولپنڈی میں کار پر سفر کے دوران نامعلوم حملہ آوروں نے اندھا دُھند فائرنگ کر کے شہید کردیا اس ظالمانہ کارروائی میں مولانا کا ڈرائیور اور تمام محافظ بھی شہید کردیئے گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی شہادت کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ پوری منصوبہ بندی سے ان کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا مولانا کے قاتل تاحال گرفتار نہیں کیے جاسکے۔ مولانا کے قتل کے منصوبہ پر جس طرح دن دھاڑے عمل کیا گیا اور اسلام آباد جیسی جگہ پر قاتل جس طرح بہ سہولت بچ کر بھی نکل گئے یہ تمام چیزیں حکومت کی غفلت اور نااہلی کے واضح ثبوت پیش کررہی ہیں۔ ملک کی پہلے سے دگرگوں حالت کو مولانا کی شہادت نے مزید خراب کردیا ہے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مولانا کے قاتلوں کو جلد گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دے تاکہ ملک میں اس جیسے حادثات پر بند باندھا جاسکے بصورتِ دیگر پہلے سے رہی سہی تھوڑی بہت قانون کی بالادستی بھی جاتی رہے گی اور شدت پسندی کا رجحان نامعلوم کیا کیا رنگ لائے گا۔ ہماری دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند ترین درجات نصیب فرمائے اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرما کر اُن کی کفالت وحفاظت فرمائے ان کی وفات سے پیدا ہونے والے نقصان کی تلافی بھی فرمائے آمین۔

☆

جامعہ مدنیہ کے شعبہ قرأت کے سابق سربراہ استاد القراء قاری عبدالرحمٰن صاحب ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ گزشتہ ماہ کی ۲۳ رتاریخ کو وفات پاگئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ قاری صاحبؒ ماضی میں طویل عرصہ جامعہ میں تعلیم دیتے رہے فنِ قرأت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ممتاز مقام عطا فرمایا تھا آخر وقت تک آپ قرآن پاک کی خدمت کرتے رہے۔ چند برس سے آپ کو دل کا عارضہ لاحق ہوا اور بالآخر جان لیوا ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قرآنی خدمات قبول فرما کر صدقہ جاریہ بنائے اور آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آپ کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

☆

تاخیر سے موصولہ اطلاع کے مطابق ۳ رستمبر کو دارالعلوم دیوبند کے فاضل حضرت مولانا فضل الدیان صاحب چارسدہ پشاور میں انتقال فرماگئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ قاضی صاحب شیخ العرب والعجم حضرت مولانا السید حسین احمد مدنیؒ کے

ہاتھ پر بیعت تھے وہ اپنے علاقہ کی بہت بااثر شخصیت تھے مقامی طور پر ان کی سیاسی اور دینی خدمات سے اہلِ علاقہ ان سے راہنمائی حاصل کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ کی شخصیت ہر دل عزیز بنی ہوئی تھی۔ بڑے حضرت بانی جامعہ مدنیہ جدید اور ان کے خاندان سے آپ کو بے انتہا محبت تھی اپنے اس تعلق اور لگاؤ میں وہ بے خود تھے۔ ان کی وفات جیسے اہلِ علاقہ کے لیے ایک بڑا حادثہ ہے ویسے ہی اہلِ جامعہ کے لیے بھی ہمت شکن ہے۔ مولانا صاحب اولاد نہ تھے۔ پسماندگان میں بیوہ اور اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا قاضی فضل منان صاحب مدظلہ کو سوگوار چھوڑا۔ حضرت مولانا قاضی فضل منان صاحب مدظلہ بھی اپنے علاقہ عمرزئی کی بااثر علمی شخصیت اور فاضلِ دیوبند اور حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی ؒ کے مرید ہیں اللہ تعالیٰ ان کے سائے کو تادیر عافیت کے ساتھ سلامت رکھے۔ اہلِ جامعہ اس سانحہ پر ان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

☆

جامعہ مدنیہ قدیم کے پرانے نمازی اور پڑوسی جناب صادق حسین صاحب گزشتہ ماہ طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کینسر کے طویل عرصہ سے مریض تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں تمام مرحومین کے لیے دُعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرایا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ قارئین سے بھی دُعا کی درخواست ہے۔

بقیہ : دینی مسائل

مسئلہ : جس شخص سے حروف صاف ادا نہ ہو سکتے ہوں یا کسی حرف میں تغیر وتبدل ہوتا ہو تو اس کے پیچھے صاف اور صحیح پڑھنے والے کی نماز درست نہیں۔ ہاں اگر پوری قرأت میں ایک آدھ حرف ایسا واقع ہو جائے تو اقتداء صحیح ہو جائیگی۔ (جاری ہے)

حاصلِ مُطالعہ

﴿حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، فاضل جامعہ مدنیہ﴾

رُوئے انور کو دیکھ کر ایمان لانے کی سعادت :

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے، توراۃ پر عبور حاصل تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے روئے انور کی زیارت کے بعد اسلام قبول کرلیا، پہلے آپ کا نام حُصَین تھا آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن سلام نام رکھا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی آپ کو دیکھنے کے لیے حاضر ہوا۔ "فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ" [1] جب میں نے آپ کے چہرہ انور کو دیکھا تو مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ چہرہ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی طرح اور بھی بہت سے صحابہ کرامؓ ہیں جو محض آپ ﷺ کے جمالِ جہاں آرا کے دیدار ہی سے مسلمان ہوگئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے چہرہ انور کے طفیل آپ کی اُمت میں بھی ایسے افراد پیدا فرمائے ہیں جن کے چہرہ کے دیدار سے بہت سے غیر مسلموں کو ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اکابر دیوبند میں سے حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ (م: ۱۳۵۲ھ) کی ہستی ایسی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایسی پُرکشش شخصیت بنایا تھا کہ بہت سے غیر مسلم محض آپ کو دیکھ کر مسلمان ہوگئے تھے چنانچہ آپ کے تلمیذ و مسترشد حضرت مولانا محمد انوری" تحریر فرماتے ہیں :

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۱۰

''ایک بار صبح کا اُجالا پھیلنے سے پہلے آپ وزیر آباد کے اسٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں تشریف رکھتے تھے، تلامذہ اور معتقدین کا ہجوم اردگرد تھا، وزیر آباد ریلوے اسٹیشن کا ہندو اسٹیشن ماسٹر ہاتھ میں بڑا لیمپ لیے ہوئے ادھر سے گزرا۔ حضرت مرحوم پر نظر پڑی تو رک گیا اور غور سے دیکھتا رہا پھر بولا کہ ''جس مذہب کا یہ عالم ہے وہ مذہب جھوٹا نہیں ہو سکتا''۔

حضرت مرحوم ہی کے ہاتھ پر کفر سے توبہ کی اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہوا۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ پنجاب میں ہی پیش آیا جب آپ کی منور صورت دیکھ کر ایک غیر مسلم کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ [1]

مولانا انظر شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں :

''مولانا محمد علی مونگیری المغفور کی دعوت پر جب آپ مونگیر قادیانیت کی تردید کے لیے تشریف لے گئے اور چند روز اجتماع میں آپ کے مسلسل بیان ہوئے تو علاقہ کا ایک بڑا ہندو سادھو پابندی سے ان اجتماعات میں شرکت کرتا، آخری دن اُس کی زبان پر یہ کلمات بے اختیار تھے کہ ''یہ شخص اپنے چہرہ سے اسلام کی دعوت دیتا ہے''۔ [2]

ایک ہندو آفیسر کی آہ وبکاء :

پرنسپل احسان قریشی رقمطراز ہیں :

''۱۷ راگست ۱۹۶۲ء کو ہم کلیر شریف ضلع سہارنپور میں تھے۔ زائرین پاکستان کی ایک پارٹی وہاں عرس حضرت مخدوم سیّد علی احمد صابر کی تقریبات میں حصہ لینے کے لیے پہنچی ہوئی تھی۔ اس پارٹی کے لیڈر صاحبزادہ قاسم علی سجادہ نشین درگاہ داتا گنج بخش'' لاہور تھے اور ڈپٹی لیڈر راقم الحروف تھا۔ سہارنپور کے ایک ہندو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس (سی آئی ڈی) وانٹلی جنس کی ڈیوٹی اس بات پر لگی ہوئی تھی کہ وہ سفید کپڑوں میں ملبوس کانسٹیبلوں کی امداد سے زائرین پاکستان کی حرکات وسکنات پر نگاہ رکھیں اور خاص کر لیڈر اور ڈپٹی لیڈر صاحبان کی نشست و برخاست کا جائزہ لے کہ وہ کہاں کہاں جاتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ سی آئی ڈی آفیسر ہمارے ساتھ گھل مل گیا تھا۔ میں چند مصلحتوں کی بناء پر اس ہندو آفیسر کا نام لینا مناسب نہیں سمجھتا۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اس

---

[1] کمالات انوری بحوالہ نقشِ دوام ص ۷۵ [2] نقشِ دوام ص ۷۵

سے زیادہ شریف النفس، نیک، سچا اور بلند کردار انسان میں نے ہندو دوستوں میں نہیں دیکھا۔ اس کی گفتگو ملنساری، طرزِ تکلم اور اچھا سلوک اس بات کی غمازی کرتے تھے کہ وہ خاندانی انسان ہے اور بلند اخلاق ہے۔

۱۷/ اگست ۱۹۶۲ء کی صبح صبح وہ ہمارے کیمپ میں آیا اور مجھے بلایا میں باہر نکلا حیران ہوا کہ اس کے چہرے پر ہوائیاں کیوں چھوٹ رہی ہیں۔ اس کی دونوں آنکھوں سے ایک ایک آنسو ٹپکتا بھی دکھائی دیا۔ جو اُس نے فوراً رومال سے صاف کرلیا۔ میں نے اچانک اس صورتِ حال کی وجہ دریافت کی تو اُس نے کہا ''میں آج بہت غمگین ہوں۔ میرا دل بیٹھا جارہا ہے۔ پرماتما مجھے شانتی بخشے۔ میں نے سمجھا کہ گھر میں کوئی بیمار ہوگا تب ہی انہیں اطمینانِ قلب نصیب نہیں۔ میرے استفسار پر اس نے بتایا کہ ایک تو اسے صبح سے ہی تھوڑی سی (بہت معمولی سی) اداسی تھی کہ تم لوگ آج رات جارہے ہو اور میری اور میرے رفقاء کی سرکاری نگہداشت بھی تم پر آج رات سے ختم ہوجائے گی۔''

لیکن میری اس معمولی سی اداسی کو ایک اور واقعہ نے پہاڑ جیسا غم بنا کر رکھ دیا ہے۔ ایک بہت بڑا حادثہ ہوا ہے۔ قریشی صاحب! بہت بڑا ایکسیڈنٹ بہت بڑا نقصان۔

میرے استفسار پر اس نے ڈبڈباتی ہوئی آواز میں کہا ''قریشی صاحب میں نے آج صبح ریڈیو پر بڑی منحوس خبر سنی ہے۔ وہ خبر یہ ہے کہ مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ لاہور میں کل انتقال کر گئے''۔

اس کے یہ خبر بتلانے پر میرا دل بھی بیٹھ گیا اور میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تھوڑی دیر کے لیے میں بھی سر پکڑ کر بیٹھ گیا لیکن میرے قلب پر یک دم حیرانگی اور تحیر کے جذبات غالب آگئے کہ اس ہندو آفیسر کا مولانا رائے پوریؒ کے ساتھ کیا واسطہ اور کیا تعلق ہے؟

اس نے کہا ''قریشی صاحب! کئی سالوں سے میری ڈیوٹی اس بات پر رہی ہے کہ خانقاہ شاہ عبدالرحیمؒ موضع رائے پور ضلع سہارنپور میں مولانا عبدالقادرؒ رائپوری پر نگرانی رکھوں۔ ان کی ڈاک سنسر ہو کیونکہ (اگرچہ وہ ۱۹۴۷ء سے بھارتی باشندے چلے آرہے تھے) وہ ہر دو سال بعد پاکستان ضرور جاتے تھے اور پاکستان سے بھی ان کے سینکڑوں مرید ان سے ملنے بھارت آیا کرتے تھے۔ اصل میں مولانا رائے پوری موضع ڈھڈیاں ضلع سرگودھا (پاکستان) کے باشندے تھے لیکن اپنے مرحوم پیر شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ سے اتنا تعلق بڑھا کہ وہیں کے ہو گئے''۔

قریشی صاحب! وہ رِشی تھے رِشی۔ ولی تھے میں نے انہیں تو کیا دیکھنا تھا، ان کے مریدوں میں بھی سچائی، صاف گوئی، بے نفسی اور ریا سے نفرت پائی۔ ان کی زندگی کو میں نے بھی چند سال قریب سے دیکھا۔ ایسا رِشی منی میں نے مسلمانوں میں کہیں نہیں پایا۔ جب بھی میں نے ان سے سرکاری طور پر کبھی کوئی استفسارات کیے تو انہوں نے ہمیشہ سچ بتلایا خواہ سچ بتلانے سے ان کے پاسپورٹ کی منسوخی کا ڈر ہی کیوں نہ ہو۔ میری زندگی پر ان کے اقوال کا بہت اثر ہوا ان کی "لائف" سے میں بہت ہی متاثر ہوا۔ وہ بہت بڑے دھر ماتما اور مہاتما تھے۔

جس طرح تم لوگ عرسوں پر آتے ہو وہ عرسوں پر تو نہیں آیا کرتے تھے۔ اور نہ ہی قوالی سُنا کرتے تھے لیکن ان کی مجلس میں غیر مسلموں کے دلوں پر بھی وہ شانتی اور سرور پیدا ہوتے تھے جو شاید ہی کہیں دیکھے ہوں ان کے لبوں سے پھول جھڑتے تھے۔ صحیح معنوں میں وہ پر ماتما کے ایک پہنچے ہوئے رِشی تھے"۔

ڈیڑھ ماہ قبل جب وہ سہارنپور سے لاہور بیماری کی حالت میں پاکستان کے سفر کے لیے روانہ ہوئے تو میں انہیں الوداع اور پرنام کرنے گیا تھا۔ آہ! یہ آخری درشن تھے جو انہوں نے مجھے دیئے! کاش ان جیسا پوتر منش انسان اس دھرتی پر یعنی رائے پور ضلع سہارنپور میں ہی سرگباش ہوتا! پر ماتما انہیں شانتی بخشے اگر تمہیں موقع ملے تو ان کی قبر پر پہنچ کر میرا اسلام اور پرارتھنا عرض کرنا"۔ اتنے الفاظ کہہ کر وہ ہندو آفیسر تو چلا گیا لیکن مجھے ورطہ حیرت میں ڈال گیا! ایسی حیرت جسے میں زندگی بھر بھول نہیں سکوں گا اس واقعہ کے انمٹ تاثرات میرے قلب وذہن پر ہر وقت موجود رہتے ہیں

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں [1]

شیخ فریدالدین عطار ؒ کی توبہ :

مولانا عبدالرحمن جامیؒ فرماتے ہیں :

"شیخ فریدالدین عطار کی توبہ کا موجب یہ ہوا کہ وہ عطاری کا کاروبار کرتے تھے ایک دن حسب معمول کاروبار میں مشغول تھے کہ ایک دُرویش ان کی دُکان پر پہنچے اور چند بار شَیْئًا لِلّٰہِ کہا، لیکن یہ درویش کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، درویش نے کہا اے خواجہ تم کس طرح مروگے؟ تب یہ متوجہ

[1] خدام الدین ش ۸ فروری ۱۹۶۳ء

ہوئے اور کہا جس طرح تم مروگے، درویش نے کہا تم میری طرح مروگے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں یہ سُن کر درویش نے کشکول اپنے سر کے نیچے رکھا اور لیٹ گیا۔ اللہ کہا اور جان دیدی، یہ دیکھ کر عطار کی حالت میں انقلاب برپا ہوگیا فوراً دُکان بند کردی اور طریقت کی راہ میں قدم رکھ دیا"[1]

حضرت شیخ فریدالدین عطار ؒ ۶۲۷ھ میں تاتار کے ہاتھوں جبکہ آپ کی عمر تقریباً ۱۱۴ سال تھی شہید ہوئے، نیشاپور (ایران) میں آپ کا مزار ہے۔

☆☆☆

مسجد حامد کے لیے خصوصی اپیل

رائیونڈ روڈ پر زیرِ تعمیر مسجد حامد کے ہال کی چھت ڈالنے کا مرحلہ آگیا ہے۔ لینٹر کے لیے درکار میٹریل کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اہلِ خیر حضرات سے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی گزارش ہے۔

لینٹر کا رقبہ = 9050 فٹ

سریا 18 ٹن	3,60,000.00
بجری 4800CFT	85,000.00
ریت 2400CFT	15,000.00
سیمنٹ (700 Bags)	1,75,000.00
الیکٹرک پائپ	25,000.00
دیواریں اور بیم	2,50,000.00
مزدوری	1,30,000.00
	10,40,000,00

☆☆☆

[1] نفحات الانس اُردو ص ۸۶۱